تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ندائے خلافت لاہور

جاری کردہ : اقتدار احمد مرحوم ۲۵ جون ۱۹۹۷ء مدیر : حافظ عاکف سعید

دعوت و تبلیغ دین — اور — قیام نظام خلافت

ا) آنحضرت ﷺ پر تمام دنیا میں قیامت تک کے لئے تبلیغ دین کی جو ذمہ داری ڈالی گئی تھی اس کی طرف نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرما کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تکمیل کا کام اپنی امت کے سپرد فرمایا تاکہ یہ امت ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں قیامت تک اس دین کی تبلیغ کرتی رہے۔

ب) اس تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرط مقرر ہے کہ یہ دل سے کی جائے، زبان سے کی جائے، عمل سے کی جائے۔ بلا تقسیم و تفریق پورے دین کی کی جائے۔ بے خوف لومتہ لائم اور بے رو رعایت کی جائے اور اگر ضرورت داعی ہو تو جان دے کر کی جائے۔

ج) اس جماعتی فرض کی ادائیگی کا باضابطہ ادارہ خلافت کا ادارہ تھا اور جب تک یہ ادارہ موجود تھا ہر مسلمان اس فرض کی ذمہ داریوں سے سبکدوش تھا۔

د) اس ادارہ کے منتشر ہو جانے کے بعد اس فرض کی ذمہ داری امت کے تمام افراد پر ان کے درجہ اور استعداد کے لحاظ سے تقسیم ہو گئی۔

ھ) اب اس فرض کی مسئولیت اور ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے دو ہی راہیں مسلمانوں کے لئے باقی رہ گئی ہیں:

یا تو اس ادارہ کو قائم کریں —— یا کم از کم اس کو قائم کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائیں۔

و) اگر مسلمان ان میں سے کوئی بات نہ کریں تو وہ اس فرض رسالت کو ادا نہ کرنے کے مجرم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سپرد کیا گیا ہے اور صرف اپنی ہی غلط کاریوں کا وبال اپنے سر نہ لیں گے بلکہ خلق کی گمراہی کا وبال بھی ان کے سر آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لئے اصل محرک درحقیقت اس فرض عظیم کا احساس ہے جو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے اور اس میں جو چیز بطور مطمح نظر اس وقت پیش نظر رکھنی ہے وہ یہ ہے کہ وہ نظام دعوت خیر پھر وجود میں آجائے، جو خلق کو اللہ کے دین کی راہ بتاسکے اور دنیا پر اتمام حجت کرسکے۔ جب تک یہ چیز **(یعنی نظام خلافت)** دنیا میں موجود نہیں ہے **ہر مسلمان کا سب سے مقدم اور سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ اس کو وجود میں لانے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہے کرے۔** اسی کے لئے ہر مسلمان کو سونا اور جاگنا چاہئے۔ اسی کے لئے کھانا اور پینا چاہئے اور اسی کے لئے مرنا اور جینا چاہئے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی زندگی خدا کے منشا کے بالکل خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اپنی اس کوتاہی کے لئے کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔ یہ چیز ان کی ہستی کی غایت ہے اگر اس کو انھوں نے کھو دیا تو جس طرح وہ تمام چیزیں جو اپنے مقصد وجود کو کھو کر کوڑے کرکٹ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی اس زمین کے خس و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اور ان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو "امت وسط" یا "خیر امت" کے لقب کا مستحق سمجھیں یا اللہ تعالیٰ سے کسی نصرت و حمایت کی امید رکھیں۔

(ماخوذ از "دعوت دین اور اس کا طریق کار" تالیف مولانا امین احسن اصلاحی)

قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

بجٹ 98 - 1997

ماہ جون کی 14/ تاریخ کو وزیر خزانہ نے ڈیڑھ گھنٹے کی صبر آزما مشقت جھیلتے ہوئے آئندہ سال کا بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا۔ لوگوں نے بڑے انہماک سے ٹیلی ویژن پر وزیر خزانہ کی تقریر سنی اور دیکھی۔ حکومتی بنچوں پہ بیٹھے ممبران پرجوش انداز میں داد دیتے دکھائی دیئے اور اپوزیشن موقع بہ موقع منہ چڑاتی نظر آئی۔ تقریر ختم ہوتے ہی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے وزیر خزانہ سرتاج عزیز کو شاباش کہی تو انہوں نے طفلانہ معصومیت کے جذبات فرحت میں اپنے باس کو سیلوٹ مار دیا۔ اگلی صبح ہی اخبارات نے بجٹ کی تفصیلات اور سیانے لوگوں کے تاثرات شائع کر دیئے۔ جو رہ گئے ان کی بات 16 تاریخ کو عوام تک پہنچ گئی اور یوں بجٹ ڈرامہ اختتام پذیر ہوا۔ ایسی تقریب ہر سال ہوا کرتی ہے۔ یہی سٹائل' ایسے ہی تبصرے اور پھر سارے سال کا رونا۔ اگر ہمارے ہاں بجٹ واقعی کوئی سنجیدہ شے ہوتی تو کبھی تو اچھی بری حکمت عملی کے نتائج واضح ہوتے۔ کسی خوشحال وقت کی یاد آج بھی غریب کی دکھ بھری زندگی میں امید کا دیا جلاتی۔ مگر اصل صورت حال جانے کون؟ جن کے ہاتھ میں قلم ہے ان کی زندگی پر تعیش اور جو سکھ سے ناواقف ان کی آواز نہیں۔ خدا جانے ہمارے دانشور پاکستان کو کون سے اسلام کا قلعہ گردانتے ہیں۔ جس دین کی تبلیغ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے کی اس دین کے perimeters یکسر مختلف ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کون سا سکھ اپنے لئے روا رکھا جو ان کے غریب ترین پیروکار کو نصیب نہ تھا۔ دراصل آج کل فریب کاری کا دور دورہ ہے۔ مقصد اپنے ساتھیوں کو آنکھوں سے اوجھل تصورات کی نوید و گرفت سنا کر اپنے پرسکون ٹھاٹھ کی حفاظت کرنا ہے۔ الامان!

اب کچھ حقائق بجٹ کے بارے میں۔ بجٹ کسی جناتی گورکھ دھندے کا نام نہیں۔ یہ تو سیدھے سادھے حساب کتاب کی بات ہے۔ اپنی ضروریات کو اس حد تک کنٹرول کرنے کا فیصلہ کہ اخراجات متوقع آمدنی سے بڑھنے نہ پائیں اور یوں نہ تو قرض اٹھانے کی نوبت آئے اور نہ ہی کوئی اہم ضرورت فضول خرچی کی بھینٹ چڑھے۔ بس یہی بجٹ ہے جس سے ہر شخص واقف ہے۔ کسی بیچارے کا بجٹ روز کی آمدنی تک محدود ہوتا ہے' کوئی ہر ماہ اپنا بجٹ جوڑتا ہے اور کوئی سالانہ مدت کے لئے اپنے معاملات طے کرتا ہے۔ زمانہ گواہ ہے کہ جو اپنی آمدنی و اخراجات کے تخمینوں میں فریب نہ کرے اور اپنے فیصلے پر پوری ذمہ داری سے عمل کرے وہ پرسکون زندگی بسر کرتا ہے' اور جو لااُبالی انداز کا عادی ہو اور چل چلاؤ سے کام لیتے ہوئے ہوشیاری کا خوگر ہو وہ مسلسل اپنے ہی جال میں لپٹتا چلا جاتا ہے۔ ملکی سطح پر یہی عمل قومی بجٹ کہلاتا ہے۔ آئندہ بجٹ کے خدوخال یہ ہیں۔ کل آمدنی کا تخمینہ (487) ارب روپے لگایا گیا ہے جبکہ اخراجات کا تخمینہ (552) ارب ہے۔ اگر مذکورہ تخمینہ جات فی الواقع درست بھی ہوں تب بھی (ساڑھے 64) ارب کا خسارہ ہے جسے حکومت مزید قرضہ جات لے کر پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ البتہ آمدنی کے تخمینے میں (102) ارب کی تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ اسی لئے ناقدین نے اسے "ہوائی" آمدنی کہتے ہوئے مشکوک قرار دیا ہے۔ اس طرح تو شاید بجٹ کا خسارہ (150) ارب کے لگ بھگ ہو جائے جو حکومتی اندازے کا اڑھائی گنا ہوگا ورنہ (64) ارب کا خسارہ تو حکومت خود بھی تسلیم کرتی ہے۔ اخراجات میں "دفاع" اور "مصارف قرضہ" کی مدات مل کر متوقع آمدنی کا 78 فیصد ہتھیا لیتی ہیں اور یوں باقی تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے کل متوقع آمدنی کا 22 فیصد بچتا ہے۔ "ننگی نہائے گی کیا اور نچوڑے گی کیا؟" جو رقم بچتی ہے اس سے تو جاریہ اخراجات (Current Expenditure) بھی پورے نہیں ہوتے' نئے ترقیاتی اخراجات تو دور کی بات ہے۔ دفاعی اخراجات ہماری مجبوری ہے۔ (134) ارب کے خرچ کا انحصار ہمارے ازلی دشمن کی جنگی تیاری پر ہے جس کے مقابلے میں حتی المقدور (یعنی جہاں تک بن آئے) پوری اور بارعب تیاری صرف فوجی حکمت عملی نہیں بلکہ اللہ رب العزۃ کا واضح فرمان بھی ہے۔ دکھ دینے والی بات تو لئے ہوئے قرضہ جات کا بوجھ ہے جس کی سالانہ قسط (248) ارب ہے۔ یہ رقم دفاعی اخراجات سے تقریباً دوگنی ہے۔ یہ کسی ایک حکومت کا کیا دھرا نہیں بلکہ ہمارے موروثی سیاستدانوں کے کرتوت ہیں۔ قرضے میں لی گئی ساری رقم کسی نہ کسی انداز میں انہی قومی مجرمان کے کام آگئی۔ سزا عوام الناس بھگت رہے ہیں اور خدا جانے کب تک بھگتتے رہیں گے۔

بجٹ بنانے والوں کی صاف گوئی اور راست روی سے متعلق دو باتیں مزید غور طلب ہیں۔ بجٹ سے کچھ عرصہ پہلے وزیر اعظم' وزیر اعلیٰ پنجاب اور گورنر سٹیٹ بنک نے اقتصادی صورت حال کو ابتر بیان کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ قوم کو قربانی دیتے ہوئے مزید ٹیکس ادا کرنا ہوں گے لیکن بجٹ اعلان ہونے سے چند روز قبل یہ اعلان کر دیا گیا کہ بجٹ ٹیکس فری ہوگا اور یہی اب اس بجٹ کی خاص نعمت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ جس خسارے کے بارے میں اس قدر واضح اعتراف تھا وہ آخر کیسے پورا کیا جائے گا۔ شاید اس کا یہی حل بہتر سمجھا گیا کہ (102) ارب کی "ہوائی" آمدنی دکھا کر اور بعض دوسری مدات میں بھی اعداد و شمار کی شعبدہ بازی (fudging) سے صحیح صورت حال پر پردہ کھینچ دیا جائے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ آئندہ بجٹ کا تمام تر انحصار تاجر حضرات کے تعاون پر ہے' اسی لئے ٹیکسوں کی شرح اس امید پر کم کر دی گئی ہے کہ تاجر حضرات بالخصوص رضاکارانہ طور پر ٹیکس پورا ادا کرنے کا مظاہرہ کریں گے۔ تاہم تاجر برادری کا ماضی کا ریکارڈ حوصلہ افزاء نہیں۔ صرف لاہور شہر کے بارے میں مستند اعداد و شمار ملاحظہ کیجئے۔ جہاں سی بی آر کو لاہور سے تین ارب روپے سے زائد وصول ہونے کا محتاط اندازہ تھا وہاں صرف ساڑھے سات کروڑ بطور انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس لاہور کی 28 اہم اور بڑی تجارتی منڈیوں کے 3963 تاجران سے وصول ہوئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس بار یہ لوگ بہتر ذمہ داری کا احساس کریں گے۔

دینی و دنیوی تعلیم کا سنگم
قرآن کالج لاہور
ایف اے اور آئی کام میں داخلے شروع ہیں
نتیجے کے منتظر طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں
برائے رابطہ: پرنسپل قرآن کالج' اتاترک بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

اداریہ

عاکف سعید

شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت

ایک خبر کے مطابق بھارت میں متعین ایرانی سفیر نے بھارت کو علاقے کی سپر پاور کی حیثیت سے افغانستان میں مداخلت کی کھلم کھلا دعوت دی ہے۔

افغانستان کے بڑے حصے میں کٹر سنی مسلمانوں یعنی طالبان کی حکومت کے مستحکم ہو جانے اور پاکستان کی جانب سے طالبان کی حکومت کو تسلیم کر لینے کے بعد ایرانی حکومت کا رویہ واضح طور پر بدلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ دراصل اسی شیعہ سنی اختلاف بلکہ منافرت کا مظہر ہے کہ جس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایران آج افغانستان کے معاملے میں بھارت اور روس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو ترجیح دے رہا ہے اور نوبت بایں جا رسید کہ ایران نے افغانستان کو حاصل تجارتی مراعات کے انقطاع کا بھی یکطرفہ طور پر اعلان کر دیا ہے!

ظاہر بات ہے کہ ایران کا یہ رویہ نری جذباتیت سے مملوء اور انتہائی غیر حقیقت پسندانہ ہے اور اپنے اس طرز عمل سے وہ یقینی طور پر مغربی استعمار کے مذموم عزائم کی تکمیل میں ایک معاون کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ایران کے اس طرز عمل کے نتیجے میں کم از کم وقتی طور پر پاکستان' ایران' افغانستان اور وسط ایشیائی ریاستوں پر مشتمل اسلامی بلاک کی تشکیل کا وہ خواب دھندلا کر رہ گیا ہے جو چند دن پہلے تک حقیقت کا روپ دھارتا دکھائی دینے لگا تھا۔ یہ بات اب بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ مغربی استعمار اور نیو ورلڈ آرڈر جس کے پیچھے دراصل یہودی ذہن کار فرما ہے' اپنی شاطرانہ چالیں بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں ـــ ان کے مذموم عزائم کی تکمیل یعنی پوری نوع انسانی کو معاشی اعتبار سے اپنا محکوم بنانے کے ناپاک مقصد کے حصول میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو وہ یہی امت مسلمہ ہے۔ ع
"ہے خطر مجھ کو اگر کوئی تو اس امت سے ہے!"۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ اس امت کی اکثریت کا حال آج یہ ہو چکا ہے کہ :

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

لیکن اس امت میں آج بھی اشک سحر گاہی سے وضو کرنے والے اور جوش ایمانی اور جذبہ جہاد سے سرشار افراد کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی دوسری طاقت ٹھہر نہیں سکتی۔ ان کے نزدیک اس کا علاج یہی ہے کہ امت کا اندر اختلافات کو ہوا دے کر اس کے مختلف طبقات کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دو کہ پھر وہ "فیذیق بعضهم باس بعض" کے مصداق ایک دوسرے کو اپنی جنگی قوت کا مزا چکھائیں اور اس طرح اپنے جوش جہاد کو تسکین دے سکیں۔ عالمی شہرت رکھنے والے دانشور اور مفکر ہنٹنگٹن نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "The Clash of Civilizations?" میں مغرب کو یہی مشورہ دیا ہے کہ روس کی شکست اور کیمونزم کی موت کے بعد مغرب کے سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے جو خطرہ درپیش ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کو ہوا دے کر ان میں انتشار و افتراق پیدا کرو۔ مغربی استعمار اپنی اس پالیسی پر بڑی کامیابی کے ساتھ عمل پیرا نظر آتا ہے اور مسلمان اپنی سادہ لوحی میں اس کا آلہ کار بن کر اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا چلا رہا ہے۔ ع "سادگی اپنوں کی دیکھ' اوروں کی عیاری بھی دیکھ!" اس تناظر میں اس حقیقت کا ادراک چنداں مشکل نہیں کہ شیعہ سنی اختلافات کو بھڑکانا اور انہیں ایک دوسرے سے مزید متنفر کرنا مغربی استعمار کا ہدف اولین ہے۔

یہ درست ہے کہ شیعہ سنی اختلافات کی تاریخ بہت پرانی ہے' یہ بھی تسلیم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات بہت شدید نوعیت کے ہیں اور اگرچہ فقہ کی حد تک ان کے باہمی اختلافات تو بہت زیادہ نہیں ہیں تاہم عقائد کے معاملے میں بعض بنیادی نوعیت کے اختلافات کے باعث ان کے مابین خلیج بہت وسیع ہو چکی ہے' یہ بھی بجا ہے کہ "شیعیت" اور "سنیت" کے مابین حائل خلیج کو پاٹنا قریب قریب ناممکن ہے لیکن کیا اہل تشیع اور اہل تسنن کے مابین مفاہمت کسی صورت میں ممکن نہیں ہے؟ کیا یہ دونوں مفاہمت باہمی کے کسی قابل عمل فارمولے پر متفق ہو کر امت کے اعلیٰ تر مفاد کی خاطر مغربی استعمار کے خلاف جو دراصل روئے ارضی پر شیطانی قوتوں کی نمائندگی کر رہا ہے' متفق اور متحد نہیں ہو سکتے؟ کیا سنی مسلمانوں کے لئے یہ طرز عمل روا ہے کہ وہ شیعوں کے خلاف نفرت کو اپنے دلوں میں پالتے رہیں اور مفاہمت کی کسی کوشش پر سنجیدگی سے غور کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوں۔ اور اسی طرح اہل تشیع کے اس رویہ کو کہ وہ سنی کو اپنا دشمن اول سمجھتا رہے اور اس کے ساتھ کسی نوع کی مفاہمت کو قطعی طور پر خارج از امکان قرار دینے کو تقاضائے ایمان گردانے' معقولیت پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس اختلاف و افتراق اور باہم قتل و غارت گری سے پہلے کوئی خیر وجود میں آیا ہے نہ آئندہ اس سے کسی خیر کے وجود میں آنے کی توقع ہے۔ خیر و عافیت کا راستہ صرف یہ ہے کہ سنی اور شیعہ اپنے اپنے عقائد اور مسلک پر قائم رہتے ہوئے اپنے اندر ایک دوسرے کو نہ صرف یہ کہ برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کریں بلکہ اسلام دشمن طاقتوں اور بالخصوص نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں متحد اور یکجان ہو جائیں' بصورت دیگر ہم حسب سابق تعصب کے جوش میں عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما اور برسرپیکار رہیں گے اور عالمی استعماری قوتوں کے مقابلے میں آہنی چٹان بننے کی بجائے ان کے لئے تر نوالہ بنے رہیں گے۔

شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت کا شعور و احساس جس درجے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو ہے اتنا کسی اور حلقے میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ وہ گزشتہ کئی برسوں سے یہ بات بہت زور دے کر کہہ رہے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف اسلام کے عالمی غلبے کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور یہ کہ مغربی استعمار اور نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے لئے شیعہ سنی کا کسی متفقہ فارمولے پر جمع ہو جانا اور مفاہمت کی راہ اختیار کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ایران اور افغانستان کی حالیہ کشیدگی نے امیر تنظیم کے اندیشوں کو درست ثابت کر دیا ہے۔ شیعہ سنی مفاہمت کے ضمن میں امیر تنظیم اسلامی نے جو فارمولا پیش کیا ہے وہ اتنا معقول اور صائب ہے کہ نظری طور پر اس سے اختلاف ممکن ہی نہیں۔ ایران کے چوٹی کے شیعہ رہنما جناب خامنہ ای سے لے کر سپاہ صحابہ کی مرکزی قیادت تک ہر کسی نے اس کی معقولیت اور اس کے قابل عمل ہونے کا اعتراف کیا لیکن اس معاملے میں آگے بڑھ کر عملی قدم اٹھانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ کشیدگی اتنی شدید ہے اور اختلافات کا ذہنوں پر اس درجے تسلط ہے کہ مفاہمت کی راہ اپنانا عملاً ناممکن نظر آتا ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی چھوڑیئے' رونا اس بات کا ہے کہ دینی رہنما اور قائدین بھی حالات کی نزاکت کے احساس سے عاری اور وسعت قلبی اور بیدار مغزی کی دولت سے تہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس بات کا امکان تو بہت کم نظر آتا ہے کہ ہم خود ہوش میں آئیں اور معقولیت کی راہ اختیار کریں تاہم قوی امید ہے کہ حالات کا جبر بالآخر ہمیں ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کرے گا کہ "کافر نتوانی شد' ناچار مسلمان شد" کے مصداق شیعہ سنی مفاہمت کے سوا ہمارے پاس کوئی چارۂ کار نہ ہو گا۔ OO

خطبہ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر و نصیحت ہے' جو اردو تقریر ہی سے حاصل ہو سکتا ہے

وزیر اعظم کی تقریر سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ دین کا نفاذ حکومت کی ترجیحات میں شامل نہیں ہے

حکومت' خواتین کی کرکٹ ٹیم کو بیرون ملک بھیجنے کے فیصلے پر نظر ثانی کرے

پاک افغان کنفیڈریشن کے قیام سے ملکی دفاع مضبوط اور مستحکم ہو گا

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان کے 13/ جون کے خطبہ جمعہ کی تلخیص

قرآنی آیات کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد :

یہ بات ہمارے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکی ہے کہ آیا جمعہ کو ورکنگ ڈے ہو یا تعطیل کی جائے۔ تعطیل سے بھی جمعہ کی بے حرمتی ہو رہی تھی' ہر قسم کی سماجی تقریبات' شادی بیاہ اور کھیل وغیرہ جمعہ کو ہو رہے تھے اور نئے نظام کے تحت یعنی جمعہ کے ورکنگ ڈے کی حیثیت میں بھی جمعہ کا تقدس مجروح کیا جا رہا ہے۔ بنکوں اور بعض نجی اداروں کے علاوہ باب الاسلام سندھ کی اسمبلی نے بھی جمعہ کے روز نماز جمعہ کا وقفہ کئے بغیر اپنا اجلاس جاری رکھ کر جمعہ کی سخت بے حرمتی کی ہے۔ اس پر ہم نے صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت کو تجویز دی تھی کہ جمعہ کو نصف ثانی کی بجائے نصف اول کی تعطیل کر دی جائے' تا کہ لوگ بھرپور ذہنی و روحانی تیاری کر کے اور تازہ دم ہو کر مسجدوں کو آسکیں۔ لیکن حکومت نے اس پر غور نہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آواز بہرے کانوں سے ٹکرا رہی ہے۔

حال ہی میں "جمعہ" پر دوسرا حملہ کیا گیا ہے۔ حکومت پنجاب نے نماز جمعہ سے قبل اردو تقریر کے لئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی لگانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ پابندی انتہائی غیر مناسب ہے۔ کیونکہ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر و نصیحت ہے' جو صرف اردو تقریر ہی حاصل ہو سکتا ہے عربی خطبہ سے نہیں۔ وہ اردو تقریر ہی افراد کی سیرت و کردار کی تعمیر کا ذریعہ بن سکتی ہے کہ جو قرآنی تعلیمات پر مشتمل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے پیش نظر انقلاب میں افراد کی تیاری کے لئے قرآن حکیم ہی کو ذریعہ بنایا۔ آپ نے تلاوت آیات' تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب و حکمت کے ذریعے افراد تیار کئے۔ سورۃ جمعہ میں فرمایا گیا:

"ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ....." (آیت : ۲) یعنی "وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا' جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو (کفر و شرک کی گندگی سے) پاک صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب (الٰہی) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

نبی اکرمؐ کے اسی انقلابی عمل کو دوام دینے کے لئے خطبہ جمعہ کا نظام دین میں رائج کیا گیا۔ خطبہ ہی نماز جمعہ اور عام نمازوں میں فرق کرتا ہے۔ پھر ہماری عظیم اکثریت چونکہ عربی زبان سے ناواقف ہے لہٰذا اس کی تلافی اردو تقریر ہی سے ممکن ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم و تبلیغ بھی ملت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی بہرصورت لازم ہے۔ اگر مسلمان اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے تو وہ قرآن حکیم کی "عملی تکذیب" کے مرتکب ہوں گے۔ سابقہ امت مسلمہ کو تورات عطا کی گئی تھی۔ لیکن اس نے اس کے حقوق کو ادا نہ کیا' چنانچہ ان کے متعلق فرمادیا گیا کہ "جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا' پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا....." (الجمعہ : ۵)

> "اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ امریکہ ہمیں بے دست وپا کر کے بھارت کے حوالے کر دے گا"

عربی خطبہ سے قبل اردو تقریر چونکہ قرآن وسنت کی دعوت و تبلیغ اور اس کی تعلیم و تبیین کی ذمہ داری نبھانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا نظام جمعہ میں اردو تقریر بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے باوجود حکومت پنجاب کے متذکرہ اعلان کے ضمن میں ہم حسن ظن سے کام لے رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے مسجد کے داخلی سپیکر کے استعمال کا امتناع نہ ہو صرف بیرونی لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی کی بات کہی گئی ہو۔ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دونوں —— داخلی و خارجی —— لاؤڈ سپیکروں کے اردو تقریر کے لئے استعمال پر پابندی کا اعلان کیا گیا ہے تو یہ اعلان انتہائی غیر دانشمندانہ اور احمقانہ ہے۔ علمائے کرام کی جانب سے اخبارات میں بیانات آئے ہیں کہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے اور بعید نہیں کہ اس پر سول نافرمانی کی کوئی تحریک شروع ہو جائے۔ ہم اس اعلان پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں' اور حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ ایسے احمقانہ فیصلوں سے باز رہے۔ لگتا ہے کہ حکومت بلا سوچے سمجھے اہم فیصلے کر رہی ہے۔

حکومت خواتین کی کرکٹ ٹیم بیرون ملک بھیجنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بھی خواتین کی ہاکی ٹیم کو ملک سے باہر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ البتہ جب ہم نے اس فیصلے کے غلط ہونے کی جانب ضیاء الحق کی توجہ دلائی تھی تو انہوں نے یہ فیصلہ واپس لے لیا تھا۔ مسلم لیگ کی موجودہ حکومت کی قیادت بھی خلافت راشدہ کو اپنا نصب العین قرار دیتی رہی ہے لہٰذا محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو بیرون ملک کرکٹ کے لئے بھیجنے کے فیصلے پر نواز شریف صاحب کو نظرثانی کرنی چاہئے۔

جہاں تک وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کی حالیہ تقریر کا سوال ہے 'ہمارے نزدیک یہ انتہائی مایوس کن تھی۔ اس تقریر سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ دین تو حکومت کی ترجیحات میں سرے سے شامل ہی نہیں۔ تقریر میں اسلامائزیشن اور دستور میں ہماری ان مجوزہ ترامیم کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی 'جن کے لئے ہم تحریک چلا رہے ہیں' اور جن پر مشتمل ایک محتاط اندازے کے مطابق پانچ لاکھ کارڈز عوام کی جانب سے نواز شریف صاحب کو پہنچ چکے ہیں۔ حالانکہ ہماری ایک گزشتہ ملاقات میں وزیراعظم نے واضح طور پر سینیٹر راجہ ظفرالحق کو دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کی ترمیم کا مسودہ تیار کرنے کو کہا تھا ـــــ حال ہی میں اسلامی معیشت کے لئے قائم کردہ کمیٹی میں خالد اسحاق صاحب کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ جس سے نظر آرہا ہے کہ حکومت سودی نظام کو جاری رکھنے کے لئے چور دروازے تلاش کر رہی ہے۔ کیونکہ خالد اسحاق صاحب بینک انٹرسٹ کو ربا نہیں سمجھتے اور انہوں نے اسی بنا پر شرعی عدالت میں بینک کے سود کے حق میں دلائل دیئے تھے۔ چنانچہ مسلم لیگ کی حکومت سے اسلامائزیشن کے لئے جو موہوم امیدیں پیدا ہوئی تھیں' ختم ہوتی جارہی ہیں اور مایوسیاں بڑھتی جارہی ہیں۔

ان حالات کے باوجود ہم اپنی آخری مایوسی کا اظہار نہیں کر رہے۔ ہمارے پیش نظر قرآن حکیم کی یہ آیت ہے : (ترجمہ) "اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (ان لوگوں سے جو سبت کے دن شکار کرنے سے منع کرتے تھے) کہا کہ تم ایسے لوگوں کو (بے فائدہ) کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (تو) انہوں نے کہا کہ (ہم یہ سب کچھ) تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے (کرتے ہیں)۔ اور (اس لئے بھی کہ) شاید یہ لوگ (اس نافرمانی سے) باز آجائیں"۔ (الاعراف : ۱۶۴) چنانچہ ہم امید کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ شاید کہ کوئی خیر برآمد ہو ہی جائے۔ لہٰذا ہم مطالبہ تکمیل دستور خلافت مہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میں نے مولانا اجمل خان' علامہ محمود احمد رضوی' سینیٹر پروفیسر ساجد میر' قاضی حسین احمد سمیت متعدد دینی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ بعض دوسری جماعتوں سے بھی ہمارے رفقاء نے رابطے کئے ہیں۔ اور اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ۲۰/جون کو قرآن آڈیٹوریم' لاہور میں ایک جلسہ عام کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ جس میں مختلف دینی رہنماؤں کو مدعو کیا گیا ہے۔ تاکہ دستور پاکستان سے غیر اسلامی دفعات کے خاتمے کے لئے کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کیا جاسکے' مزید برآں آئین میں شریعت کورٹ پر پروسیجرل لاز' اور عائلی قوانین کے ضمن میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان کے خاتمے کے لئے حکومت پر دباؤ بڑھایا جاسکے۔ ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں کہ ہم حکومت سے یہ مطالبہ نہیں کر رہے کہ فوری طور پر نظام خلافت نافذ کر دیا جائے کیونکہ ایسا تو ایک بھرپور انقلابی جدوجہد کے ذریعے ہی سے ممکن ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ دستور میں مجوزہ ترامیم کر لی جائیں تاکہ اجتماعی سطح پر خلافت کے کم از کم دستوری تقاضے پورے ہو جائیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان صحیح معنوں میں "اسلامی" بن جائے۔ رہا اس کا حقیقی معنوں میں اور بالفعل اسلامی بننے کا معاملہ تو اس کے لئے ایک طویل مدت درکار ہوگی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بھی غیر مسلم کلمہ توحید پڑھ لینے کے بعد مسلمان تو ہو جاتا ہے' لیکن عملی اور حقیقی مسلمان بننے کے لئے اس پر لازم ہے کہ وہ نماز' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر فرائض دینی کا علم حاصل کرے اور ان کے مطابق عمل کرے۔

> **"اگر پورا عالم اسلام بھی اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرلے تب بھی پاکستان یہ کام ہرگز نہ کرے"**

موجودہ عالمی تناظر میں بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نفاذ اسلام اب ہماری بقا اور تحفظ کا تقاضا بن چکا ہے۔ اس وقت ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہم بھارت سے کھلی تجارت اور آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع کر دیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یہ چیز ہماری بقا و سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ الایہ کہ دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی طے کرانے کے لئے ضروری ترمیم کر کے اپنے اسلامی تشخص کو محفوظ بنا لیا جائے۔ اگر یہ ترمیم نہیں کی جاتی اور اپنے اسلامی تشخص کو محفوظ کئے بغیر بھارت کے ساتھ کھلی تجارت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے' ثقافتی طائفے روانہ کئے جاتے اور سیاسی و صحافتی روابط قائم کر لئے جاتے ہیں' تو بقول حمید گل کے امریکہ ہمیں بے دست و پا کر کے بھارت کے حوالے کر دے گا۔ یہ خطرہ بہت قوی ہے۔ موجودہ حالات کے معروضی جائزہ سے یہ بات عین قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اس خطے میں اکثر ممالک امریکی مفادات کے لئے خطرہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔ روس اور چین قریب آرہے ہیں۔ وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں بھی روس کے ساتھ مل رہی ہیں۔ دوسری طرف ایران بھی امریکہ کے سامنے ڈٹا ہوا ہے۔ صرف بھارت ہی ایک ایسا ملک ہے جو اس خطے میں امریکی مفادات کی حفاظت کر سکتا ہے۔ چنانچہ امریکہ کی پالیسی یہ نظر آتی ہے کہ بھارت کو علاقے میں "سربراہی رول" تفویض کر دیا جائے۔ تاکہ وہ علاقے میں تحکمانہ حیثیت حاصل کرلے۔ اسی پالیسی کا مظہر بھارت کی حالیہ جارحیت ہے۔ بھارتی طیارے نے پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستانی فضا میں پرواز کی اور خیال یہ ہے کہ بعض حساس علاقوں کی تصاویر حاصل کر لی ہیں۔ ایک طرف بھارت کی کھلی جارحیت ہے اور دوسری طرف وزیراعظم پاکستان یک طرفہ طور پر بھارت سے تعلقات کی بحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ جس سے قوم میں ملک کے مستقبل کے حوالے سے سخت مایوسی پھیل رہی ہے۔ یہ تمام تر صورتحال اس بات کی بھی غماز ہے کہ امریکہ ہمیں ٹریپ کرنے کی کوشش میں ہے۔ ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر ہم اس سازش کا شکار ہو گئے تو انڈیا ہمیں ہڑپ کر لے گا۔

ہمارے لئے اپنے نظریاتی تشخص کا قیام اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر بھارت میں بھی سیکولرازم کی حکمرانی ہو اور پاکستان میں بھی اسلام کو فرد کا انفرادی معاملہ سمجھا جائے تو پاکستان کے قیام کا جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ پاکستان اسلامی نظریہ اور مسلم قومیت کے تصور کے تحت وجود میں آیا تھا۔ اور کوئی قوم اپنے اساسی نظریہ کو پس پشت ڈال کر زندہ نہیں رہ سکتی۔

وطن عزیز کے مغرب میں افغانستان کی صورت حال یہ ہے کہ طالبان کی سنی' حنفی' کٹر اسلامی حکومت وجود میں آچکی ہے۔ اگر ہم اسلام کی جانب پیش رفت نہیں کرتے تو قوی اندیشہ ہے کہ ہماری پختون بیلٹ افغانستان کے ساتھ مل جائے۔ کچھ قوتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے اندر مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔ افغانستان میں اسلام کی قوت تسخیر پختون بیلٹ کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے۔ اس معاملے میں زبان کا اشتراک بھی موثر عامل بن سکتا ہے۔ بنگلہ زبان ہی کی بنیاد پر بنگلہ دیش وجود میں آیا تھا۔ ان حالات میں ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم جہاں ایک طرف اسلام کی جانب قابل محسوس پیش قدمی کریں وہاں افغانستان اور پاکستان کی کنفیڈریشن قائم کر دی جائے۔ جغرافیائی اعتبار سے ہمارا ملک ایک لمبی پٹی کی صورت میں ہے۔ اس میں گہرائی کم ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ ہندوستان کا "سرحدی صوبہ" ہو۔ پاک افغان کنفیڈریشن سے اس لمبی پٹی میں گہرائی بھی پیدا ہو جائے گی اور اس طرح ہمارا دفاع مضبوط ہو جائے گا۔ انڈیا کو دن میں

تارے نظر آ جائیں گے۔ بلاشبہ افغان ایک بہادر قوم ہے۔ اس کے متعلق شکیب ارسلان نے بہت پیاری بات کہی ہے کہ :

"مجھے میری جان کی قسم' اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے' کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے' پھر بھی کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا' اور اس کا عزم جواں رہے گا" (از "دریائے کابل سے دریائے یرموک تک" مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

یاد رہے کہ یہی وہ کوہستانی علاقہ ہے جسے احادیث میں خراسان کہا گیا ہے۔ اسی علاقے سے امام مہدی کی مدد کے لئے لشکر ایلیا کے لئے روانہ ہوں گے اور یہودیوں کا قلع قمع کریں گے۔

مسلم لیگ کو ۱۵ سال بعد ایک بھاری مینڈیٹ حاصل ہوا ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری مہلت ہو۔ اگر اس مہلت عمل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام نافذ کر لیا جاتا ہے اور ساتھ ہی افغانستان کے ساتھ بھی ہماری کنفیڈریشن وجود میں آجاتی ہے تو بھارت کے ساتھ "دوستی" میں بھی کوئی حرج نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہماری دوستی کمزور فریق کی حیثیت سے نہیں بلکہ برابری کے اصول کے تحت ہو گی۔ ہم کسی بھی معاملہ میں بھارت سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں گے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ ہم ہندوستان پر فکر قرآنی کی یلغار بھی کر سکیں گے۔ بھارت کے پاس کسی قسم کی کوئی نظریاتی طاقت نہیں' ۔ ہمارے پاس ایک انسانیت نواز عالمگیر نظریہ ہے۔ لیکن ہم اس سے غافل ہیں۔ اگر ہم اجتماعی سطح پر اس نظریہ کو اختیار کر لیں تو جیسے عصاء موسیٰ جادوگروں کے تمام سانپوں کو ہڑپ کر گیا تھا' اسی طرح یہ نظریہ بھی تمام ظالمانہ نظاموں کو مٹا کر انسانیت کو اپنی آغوش میں لے لے گا۔

چند روز قبل اخبارات میں مولانا اجمل قادری کا ایک بیان آپ کی نظروں سے گزرا ہو گا' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں اسرائیل کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ اگرچہ اس طرح کے بیانات پہلے بھی بعض حلقوں کی طرف سے کبھی کبھار سامنے آتے رہے ہیں لیکن علماء کے حلقے کی جانب سے پہلے اس طرح کی بات کبھی نہیں کہی گئی۔ اندازہ ہوتا ہے کہ عالم عرب جو اسرائیل سے شکست کھا چکا ہے' پاکستان میں اپنے وظیفہ خور علماء کے ذریعے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر تمام عالم اسلام بھی اسرائیل کو تسلیم کر لے تب بھی پاکستان یہ کام ہرگز نہ کرے۔ پاکستان ہی اسرائیل کا توڑ ہے' جو اسرائیلی ریاست کے قیام سے ایک سال قبل ۱۹۴۷ء میں وجود میں آگیا تھا۔

عالمی افق سے

ترک فوج کا اپنے اسلام پسند وزیراعظم کے خلاف اعلان جنگ

روزنامہ "ڈان" میں انقرہ سے موصولہ ۱۱/ جون کو شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق سیکولر نواز ترک فوج نے بدھ کے روز ترک وزیراعظم نجم الدین اربکان کے خلاف بھرپور جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ اعلان میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ ان کی جماعت عوام کو ملک کے سیکولر نظام کے خلاف بغاوت پر اکسا رہی ہے۔ ایک اعلیٰ فوجی جرنیل نے نمائندوں کے سامنے انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ حال ہی میں اسلام کے ان "شیدائیوں" نے ایک ریلی کے دوران عوام کو سیکولر نظام حکومت اور فوج کے خلاف بھڑکایا ہے۔ ان کا اشارہ استنبول میں ہونے والے اس مظاہرے کی طرف تھا جو اسلامی سکولوں کی بندش کے فیصلے کے خلاف احتجاج کے طور پر کیا گیا تھا۔ انہوں نے اربکان کی طرف سے بعض مذہبی راہنماؤں کو پچھلے رمضان المبارک میں افطاری پر بلانے کی حرکت کا بھی سختی سے نوٹس لیا اور اسے "مذہبی تخریب کاری" سے تعبیر کیا جس کے خلاف جنگ کرنا ان کے خیال کے مطابق ترک فوج کا اولین فرض منصبی ہے۔

ترک فوج کی اعلیٰ قیادت کی طرف سے اس اعلان جنگ کے بعد ترکی میں فوجی بغاوت کا خدشہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ ۳۷ سالہ تاریخ میں ملک کو "تباہی" سے بچانے کی یہ چوتھی فوجی "کوشش" ہو گی۔ اگرچہ اربکان کی رفاہ پارٹی نے اس صورت حال پر تبصرہ کرنے سے گریز کیا ہے لیکن ترکی کی نائب وزیراعظم تانسو چیلر کا کہنا ہے کہ موجودہ حکومت اب صرف چند دن کی مہمان ہے۔ تانسو چیلر کی راہ حق پارٹی موجودہ حکومت کی اتحادی ہے۔ حکومت نے یکم جون کو اعلان کیا تھا کہ سیکولر نواز طبقے کے ساتھ محاذ آرائی کے خاتمے کے لئے ملک میں نئے عام انتخابات ہونے چاہئیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کو پارلیمنٹ سے اس کی منظوری حاصل کرنے میں دقت کا سامنا ہو گا تاہم اس مقصد کے لئے وزیراعظم اربکان آئندہ چند روز میں مستعفی ہو کر وزارت عظمیٰ کا منصب نائب وزیراعظم تانسو چیلر کے حوالے کرنے والے ہیں۔

وسط ایشیائی ریاستوں کا روس کے ساتھ گٹھ جوڑ!

چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا' اس ضرب المثل کا اطلاق روس پر آج بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کمیونسٹ دور میں ہوتا تھا۔ روس کی یہ عادت ہے کہ وہ بے سروپا خطرات کا ہوا کھڑا کرتا رہتا ہے تا کہ اس کے طفیلی ممالک اس کی گرفت سے نکلنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔ اگرچہ امریکہ بہادر اس فن میں روس سے بھی آگے ہے۔ بہرحال روس نے گزشتہ ماہ تاجکستان کے صدر مقام دوشنبے سے از سرنو اپنے اس حربے کو آزمانے کا آغاز کیا ہے۔ تاجک افغان سرحد پر ۲۵ ہزار کی تعداد میں اپنی مسلح افواج کی تعیناتی کے باوجود روس ہمسایہ ملک افغانستان میں طالبان کی کامیابی کو شیر آیا' شیر آیا کا رنگ دے رہا ہے۔ حالانکہ طالبان اس کے لئے خطرہ بننے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ پانچ اپریل کے اس اجلاس کے بعد قازستان' کرغستان' تاجکستان کے وزرائے خارجہ اور روس کے اول وزیر خارجہ نے مشترک اعلانیہ جاری کیا تھا جس میں افغانستان میں جاری لڑائی کے ان پر پڑنے والے برے اثرات کے خدشے کے پیش نظر مل جل کر اپنی سرحدوں کی حفاظت کا عہد کیا گیا ہے۔ ترکمانستان نے غیر جانبدار رہتے ہوئے اجلاس میں شرکت سے گریز کیا تھا۔

اجلاس کے دوران روس کو جس طرح اہمیت دی گئی اور اس کی برتری کا جس طور سے اعتراف کیا گیا اس سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ وسط ایشیاء کی جمہوریائیں اب بھی اسی طرح روس کے رحم و کرم پر ہیں جس طرح آزادی سے قبل تھیں جس کا ایک اہم مظہر افغان سرحد پر ہزاروں روسی فوجیوں کی تعیناتی ہے۔ مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ ایک طرف روسی اور وسط ایشیائی حکمران افغانستان کی طرف سے آنے والے خطرے کی دہائی دیتے نظر آتے ہیں دوسری طرف اپنے ایک پرانے دشمن احمد شاہ مسعود کو افغانستان میں طالبان کے ٹھکانوں پر ہوائی حملوں کے لئے اپنا اڈہ فراہم کرنے میں بھی باک محسوس نہیں کرتے!

یہ ساری ہنگامہ آرائی درحقیقت وسط ایشیاء میں موجود تیل اور گیس کے وسیع ذخائر کے باعث ہے جن پر روس اپنا تسلط برقرار رکھنا چاہتا ہے اگرچہ ان ذخائر پر امریکہ کی بھی نظر ہے لیکن وہ مناسب موقع کے انتظار میں رہتے ہوئے ابھی روس سے کام لینا چاہتا ہے۔ ادھر وسط ایشیاء کے حکمران جو سب کے سب پرانے کمیونسٹ ہیں' روس کی گود میں ہی زندہ رہ سکتے ہیں لہٰذا بظاہر ان سب کا مفاد اس میں ہے کہ یہاں کے عوام کو حسب سابق خطے میں موجود قدرتی وسائل کے ثمرات سے محروم رکھا جائے۔ (کریسنٹ انٹرنیشنل۔ ۱۵/ مئی ۱۹۹۷ء)

آئا بحران میں بے نظیر حکومت کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت کے "لاڈلوں" کا بھی ہاتھ تھا

جناب نواز شریف صاحب ! ملک سے کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہمارا دینی و قومی فریضہ ہے

ملکی اور قومی مفاد کا تقاضا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے پائیدار حل کے لئے بھارت سے کچھ لو اور کچھ دو کے تحت معاملہ کرلیا جائے

اپنے سیاسی لیڈروں کی ڈسی ہوئی اس قوم کو اب محض مکالمہ بازی سے بہلانا ممکن نہیں!

وزیر اعظم پاکستان کی حالیہ تقریر پر جناب ایوب بیگ کا تبصرہ

۱۱/ جون کو وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب فرمایا۔ سربراہ حکومت کی تقریر کو ذوق و شوق سے سننا ہر اچھے شہری کی خواہش ہوتی ہے تاکہ وہ ملکی اور گردوپیش کے حالات کے بارے میں اپنے حاکم کے تازہ ترین خیالات سے آگاہ ہو سکے۔ میاں محمد نواز شریف کی تقریر بھی عوام کی بہت بڑی تعداد نے انہماک سے سنی۔ میاں صاحب کے ارشادات سننے اور ممکن حد تک ان کو اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد ہمارے ذہن نے ماضی کی طرف ایک جست لگائی اور ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء تک یعنی جس روز پاکستان میں پہلا مارشل لاء لگا تھا اور فوج کے ایک جرنیل ایوب خان نے عنان حکومت سنبھالی تھی' اپنے حکمرانوں کی تقاریر جو انہوں نے تخت نشین ہونے کے فوری بعد یا کچھ دیر بعد کی تھیں ان کا مفہوم کرید نکالا۔ ان تقاریر کے موضوعات کی یکسانیت اور مواد کی مماثلت نے ہمیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ قارئین ندائے خلافت میں سے 'جو زندگی کی پچاس یا اس سے زائد بہاریں دیکھ چکے ہیں' مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایوب خان نے ۱۹۵۶ء کے آئین کو موت کی نیند سلا کر اقتدار پر قبضہ کیا تو ریڈیو پر قوم سے خطاب میں سیاست دانوں کی بدعنوانی' افسروں کی رشوت خوری اور اقتصادی حالت کی ابتری کا ایسا رونا رویا کہ اکثر لوگوں کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ خدانخواستہ خاں صاحب حکومت سنبھالنے میں اگر کچھ روز کی تاخیر کر دیتے تو نہ جانے کیا ہوتا۔ گیارہ سال بعد ایوب خان رخصت ہوئے اور یحییٰ خان آگئے تو انہوں نے بتایا کہ ملک آخری سانس لے رہا تھا اور ایک سپاہی کا فرض صرف یہ نہیں ہے کہ وہ دشمن کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے سرحدوں کی خاک چھانتا پھرے بلکہ قومی سلامتی اور ملک کے تحفظ کے لئے اگر اسے اقتدار کا بوجھ اٹھانے اور صدارتی محل کی غلام گردشوں میں بھی مورچہ زن ہونا پڑے تو اسے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ یحییٰ خان نے سقوط ڈھاکہ کے روز قوم کو بتایا کہ کسی ایک محاذ سے پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم جنگ ہار گئے ہیں۔ اگلے روز پاکستان کی سیاست کی بک آف گنیز میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا اور ایک سویلین ذوالفقار علی بھٹو نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی۔ بھٹو صاحب نے قوم کو بتایا کہ ملک دولخت ہو چکا ہے۔ فوج کے حوصلے پست ہیں' ہمارے ۴۵ ہزار فوجی اور اتنے ہی سویلین دشمن کی قید میں ہیں۔ مغربی پاکستان کے کثیر رقبے پر دشمن کا قبضہ ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہونے والی خانہ جنگی اور بعد ازاں بھارت کے ساتھ جنگ نے معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمیں ان کھنڈرات پر تعمیر نو کا آغاز کرنا ہے' وغیرہ وغیرہ۔

تحریک نظام مصطفیٰ نے بھٹو صاحب کو چلتا کیا اور ایوان اقتدار ایک بار پھر بھاری بوٹوں کی چاپ سے لرز اٹھا۔ جنرل ضیاء الحق نے حالات کی بڑی بھیانک تصویر کھینچی لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ ۹۰ دن میں انتخابات اور انتقال اقتدار کا عمل مکمل کر کے بیرک میں واپس چلے جائیں گے۔ تہران کے روزنامہ کیہان انٹرنیشنل نے جب ۹۰ روز میں انتخابات کرنے کے وعدے پر شک و شبہ کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے عمل سے اپنے اس وعدے کو سچ ثابت کر دکھادوں گا۔ ۹۰ روز کے بعد انہوں نے قوم کو بتایا کہ جس پھوڑے کو انہوں نے معمولی سمجھ کر نشتر لگایا تھا وہ کینسر نکلا لہٰذا وہ گیارہ سال قوم کی سرجری کرتے رہے اور آخر کار یہ کہتے ہوئے فضا میں تحلیل ہو گئے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ بے نظیر نے بتایا کہ قوم اس لئے بدحال ہو گئی ہے کہ ملکی قیادت کو عوام کی حمایت اور نمائندگی حاصل نہیں تھی۔ وہ اپنے پاپا کے سیکرٹری دفاع اور پرانے بیوروکریٹ کے ہاتھوں چت ہوئی۔ نواز شریف نے قوم کی قیادت سنبھالی تو بتایا کہ حکمران جوڑے بالخصوص مرد اول آصف زرداری نے خزانے کو بہت لوٹا ہے۔ انہوں نے آصف زرداری کو مسٹر ٹین پرسنٹ کا خطاب دیا اور کہا کہ خالی خزانے کے باوجود ہم وطن کو عظیم سے عظیم تر بنائیں گے لیکن انہوں نے اباجی کے مشورے کے باوجود اپنی اسمبلی کو خود اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارا اور شاطر بے نظیر ایک بار پھر تخت اسلام آباد پر جلوہ افروز ہوئی۔ بے نظیر نے قوم کو بتایا کہ معاشی استحکام کے نواز شریف کے تمام نعرے جھوٹ تھے۔ اس کا کشکول توڑنے کا اعلان بھی محض فریب تھا۔ اس نے قوم کو بتایا کہ امریکی امداد بند ہونے کی وجہ سے نواز شریف نے یورپ کی کھلی مارکیٹ سے اتنی بڑی شرح سود پر قرضے لئے ہیں کہ اس سے معیشت کا بیڑہ غرق ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں وطن عزیز کو دہشت گرد قرار دیئے جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ بے نظیر اپنی پارٹی کا صدر رہونے کے باوجود اقتدار کی پانچ سالہ مدت پوری کرنے میں ناکام رہیں اور دوبارہ میاں نواز شریف بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کر پاکستان کے وزیر اعظم منتخب ہو گئے۔

بہرحال یہ تو وزیر اعظم نے اپنی حالیہ نشری تقریر میں حالات کا جو نوحہ کہا تو اس پر ہمارے ذہن نے ماضی کے دریچوں میں تانک جھانک کی۔ اب آیئے وزیر اعظم کی تقریر کا جائزہ لیتے ہیں :

میاں صاحب نے سب سے پہلے یہ خوشخبری سنائی کہ کرپشن کلچر جو تین سال میں رائج کیا گیا تھا اور جس کے اثرات چاروں طرف پھیل چکے تھے ہم نے اس کا راستہ روک دیا ہے۔ ہماری رائے میں کرپشن کا مرض پاکستان کے قیام کے چند سال بعد ہی پیدا ہو گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرض بڑھتا چلا گیا جبکہ گزشتہ بیس برس میں اس کی شدت میں اضافہ ہوا۔ اس دوران ایک طویل عرصہ تک میاں صاحب کے سیاسی مرشد اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق مرحوم بھی سیاہ و سفید کے مالک رہے اور خود میاں صاحب ملک کے سب سے بڑے صوبہ

پنجاب کے طویل عرصے تک وزیر اعلیٰ رہے۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ گزشتہ سو برس سے یہ کرپشن کلچر اپنے عروج کو پہنچ گیا تو بہت سے لوگ اس سے اتفاق کریں گے۔ جہاں تک کرپشن کا راستہ روک دینے کا تعلق ہے اس بارے میں فی الحال وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا اسلئے کہ کرپشن ہر دور میں مختلف انداز میں ہوئی۔ بے نظیر دور میں کرپشن کا زرداری سٹائل سامنے آیا۔ موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے فوری بعد بے نظیر دور میں جن 171 اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی میں اضافہ کیا گیا تھا اسے فوری واپس لے لیا جس سے ان اشیاء کی قیمتیں مارکیٹ میں بہت کم ہو گئیں لیکن اڑھائی ماہ بعد ان میں سے اکثر اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی پہلے سے بھی زیادہ اضافے کے ساتھ دوبارہ لگادی گئی۔ یاد رہے کہ اڑھائی ماہ میں دنیا کے ہر کونے سے پاکستان مال پہنچ سکتا ہے۔ کیا پاکستانی معیشت کے سرتاج یہ بتاسکیں گے کہ اڑھائی ماہ میں کونسی ڈرامائی یا انقلابی تبدیلی آگئی تھی جس سے یکلخت اتنی بڑی سطح پر ڈیوٹی کا اتار چڑھاؤ کیا گیا۔ کیا ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ کے جج حضرات از خود نوٹس لے کر تحقیقات کریں گے کہ اس عرصہ کے دوران جن لوگوں نے یہ اشیاء اندھا دھند درآمد کیں ان کا تعلق حکومتی خاندان سے تو نہیں تھا؟۔ گندم کے بحران کا ذکر میاں صاحب نے بڑی دلسوزی سے کیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ قابل تحسین ہے لیکن اس حقیقت سے انکار کرنا بھی ممکن نہیں کہ پنجاب میں مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے فلور ملز کے مالک آٹا کے بحران کے دوران آٹا کی سمگلنگ میں ملوث رہے ہیں اور حکومت کے ایک بہت بڑے عہدہ دار کا مال موقع پر کسی فرض شناس آفیسر نے پکڑ لیا اور یہ بات اخبارات سے خفیہ نہ رکھی جاسکی۔ اے این پی جو حکومت کی حلیف جماعت ہے اس کے عہدے داروں کی صوبہ سرحد میں آٹے کے کاروبار پر اجارہ داری ہے۔ لہٰذا آٹا کی قلت اگر بے نظیر دور میں پیدا ہوئی تو اس قلت کو بدترین سطح پر لے جانے میں موجودہ حکومت کے لاڈلوں کا بھی ہاتھ ہے۔

گندم کی درآمد کے سلسلے میں خود میاں صاحب کے قریبی دوست کا نام لے کر اخبارات میں جس طرح سکینڈل آیا ہے اس سے بھی کرپشن کے خاتمے کی خبریں درست معلوم نہیں ہو رہیں۔ الحمدللہ چونکہ اس معاملے میں چیف جسٹس آف پاکستان از خود نوٹس لے چکے ہیں لہٰذا زیادہ تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میاں صاحب! کرپشن کا کوئی خاص سٹائل ختم کرنا ہمیں مطلوب نہیں بلکہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہمارا قومی اور دینی فریضہ ہے۔ احتساب کے عمل کے بارے میں میاں صاحب اگر اپنوں کے تبصرے سن لیتے تو انہیں غیروں کے طنز کا ذکر نہ کرنا پڑتا۔ احتساب بل کو سینٹ اور قومی اسمبلی میں جس طرح بلڈوز کیا گیا ہے اور پھر احتساب کمشنر کو بے دست وپا کر کے وزیراعظم ہاؤس میں احتساب سیل قائم کر کے اپنے ایک انتہائی قریبی دوست اور سابقہ کاروباری شریک کو اس کا سربراہ بنا کر احتساب کے عمل کو مشکوک بلکہ مذاق بنادیا گیا ہے۔ حکومت کے احتسابی لائحہ عمل پر صدارتی محل میں قید فاروق لغاری بھی چیخ رہے ہیں۔ احتساب کے عمل کو اگر موثر، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ بنا کر اپنے اور بیگانے کی تمیز کے بغیر کڑی سزائیں دی جائیں تو یقیناً مستقبل کی قیادت اس سے سبق سیکھے گی۔

اب میاں صاحب کی تقریر کا وہ حصہ پیش خدمت ہے جس نے بہت سے لوگوں کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کردیا:

"جی تو چاہتا ہے کہ اس پورے نظام کو اکھاڑ کر پھینک دیا جائے اور کوئی ایسا نظام رائج کیا جائے جس میں انسان کو انسان سمجھا جائے۔ قاتل کی گردن مقتول کا خون خشک ہونے سے پہلے اڑادی جائے۔ ظلم کا شکار ہونے والی عورت کی... سسکی ختم ہونے سے پہلے اس کی بے حرمتی کرنے والا مجرم کیفر کردار کو پہنچ جائے اور ظلم کرنے والے کے ہاتھ موقع پر ہی توڑ دیئے جائیں۔ ایسی تبدیلی انقلابی اقدامات کے بغیر نہیں آسکتی۔ لہٰذا پہلے مرحلے میں میں نے احتسابی کیبنٹیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ پاکستان میں ہر سطح پر کرپشن، لاقانونیت اور عام دیہاتیوں اور شہریوں کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کا سلسلہ جلد از جلد ختم ہو جائے اور ہمارا مزدور، کسان، خوانچے والا، رکشہ ڈرائیور اور تمام ہنرمند اور محنت کش افراد بھی عزت سے رہ سکیں"۔

میاں صاحب! کیا واقعتاً آپ کے علم میں کوئی ایسا نظام موجود نہیں ہے جس میں انسان کو انسان سمجھا جائے، جو لوگوں کو حقیقی عدل مہیا کرے، جو مقتول اور مظلوم (چاہے عورت ہو چاہے مرد) کی فوری دادرسی کرے، جو دولت کی منصفانہ تقسیم کرے۔ میاں صاحب انتخابی جلسوں میں خلافت راشدہ کے نظام کا نام لیتے لیتے آپ کی زبان نہیں تھکتی تھی۔ کیا آپ اس وقت خلافت راشدہ کے نظام کا مطلب نہیں سمجھتے تھے یا اب آپ تقریر نویس کی مکالمے بازی سے محض لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مملکت خداداد پاکستان جس کا مطلب لاالٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا اس کے سربراہ کو کوئی ایسا نظام ڈھونڈے سے بھی نہ مل رہا ہو جو انسانوں کی تکریم سکھائے جو قاتلوں کی گردن مار سکے جو مظلوموں کی دادرسی کرسکے۔ میاں صاحب "جی تو چاہتا ہے" کے عنوان سے آپ نے اپنی جن خواہشات کا اظہار کیا ہے اس کو کر گزرنے کی آپ کے پاس پوری قوت موجود ہے۔ اس قوت کا اظہار آپ 58-2-B کو ختم کرنے کے سلسلے میں کر چکے ہیں۔ اسلام کا عادلانہ نظام رائج کرنے میں کون آپ کا دامن کھینچ رہا ہے، کون آپ کے راستے کا پتھر بنا ہوا ہے؟ کچھ تو بتایئے، قوم کو اعتماد میں تو لیں۔ میاں صاحب! اپنے سیاسی لیڈروں کی ڈسی ہوئی اس قوم کو اب مکالمے بازی سے بہلانا ممکن نہیں رہا اسلام کے عادلانہ معاشی، سیاسی اور سماجی نظام کے نفاذ کے بغیر اس کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اور یہ مسائل اب بھی حل نہ ہوئے تو تباہی و بربادی پاکستان کا مقدر بن جائے گی۔ کم از کم دستوری سطح پر ایسی ترامیم کر ڈالئے جس سے ملک دستوری سطح پر ایک اسلامی ریاست بن جائے۔ پھر اصلاح احوال کے لئے اپنی ذات سے کام شروع کریں۔ جس نظام کے لئے آپ کا جی تڑپ رہا ہے وہ ان شاءاللہ آکر رہے گا۔ یہ نظام پاکستان کی تقدیر مبرم ہے جس کے لئے اب محض تدبیر کی ضرورت ہے۔

پاک بھارت تعلقات کے ضمن میں وزیراعظم نواز شریف کی گفتگو کئی تضادات کا شکار تھی۔ محسوس ہو رہا تھا کہ لکھی ہوئی تقریر اور میاں صاحب کی اندرونی کیفیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے گجرال سے کہا ہے اور یہ سوال آپ لوگوں سے بھی کر رہا ہوں کہ ہم جائزہ لیں کہ پاکستان اور بھارت نے ماضی میں جس پالیسی پر عمل درآمد کیا اس کا فائدہ ہوا یا نقصان۔ ہم جائزہ لیں کہ ہم نے کیا کھویا کیا پایا۔ اگر ہم نے پایا ہے تو ہم اس پالیسی کو جاری رکھتے ہیں اور اگر ہم نے کھویا ہے تو ہمیں از سرنو اپنی پالیسی کا جائزہ لینا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے گجرال سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ کشمیر پر پاکستان کا موقف اصولی ہے اور ہم اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت کشمیریوں کا حق ہے لہٰذا بھارت کو کشمیر سے اپنی افواج نکال کر کشمیریوں کو ان کا حق دینا چاہئے۔

خوشگوار پاک بھارت تعلقات کی بحالی میں اصل بلکہ واحد رکاوٹ مسئلہ کشمیر ہی ہے۔ اگر میاں صاحب پاکستان کے موقف کو اصولی و برحق سمجھتے ہیں اور دلی طور پر اس میں کسی تبدیلی کے خواہش مند نہیں تو یہ سوال انہیں صرف گجرال سے کرنا چاہئے تھا اور اگر میاں صاحب دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے دونوں ممالک اپنے وسائل اپنے عوام کی بہبود کی بجائے دفاع پر اندھا دھند صرف کر رہے ہیں اور سفید سامراج اپنے اسلحہ کی فروخت اور اپنے سیاسی مفادات کے حصول کے لئے سازش کے ذریعے دونوں ملکوں کو لڑاتا رہا ہے تاکہ برصغیر پسماندگی کا شکار رہے اور ان کی مارکیٹ بنا رہے تو ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے کشمیر کے مسئلہ پر بھارت سے کچھ لو اور کچھ دو کے اصول کے تحت معاملہ کر لینا

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

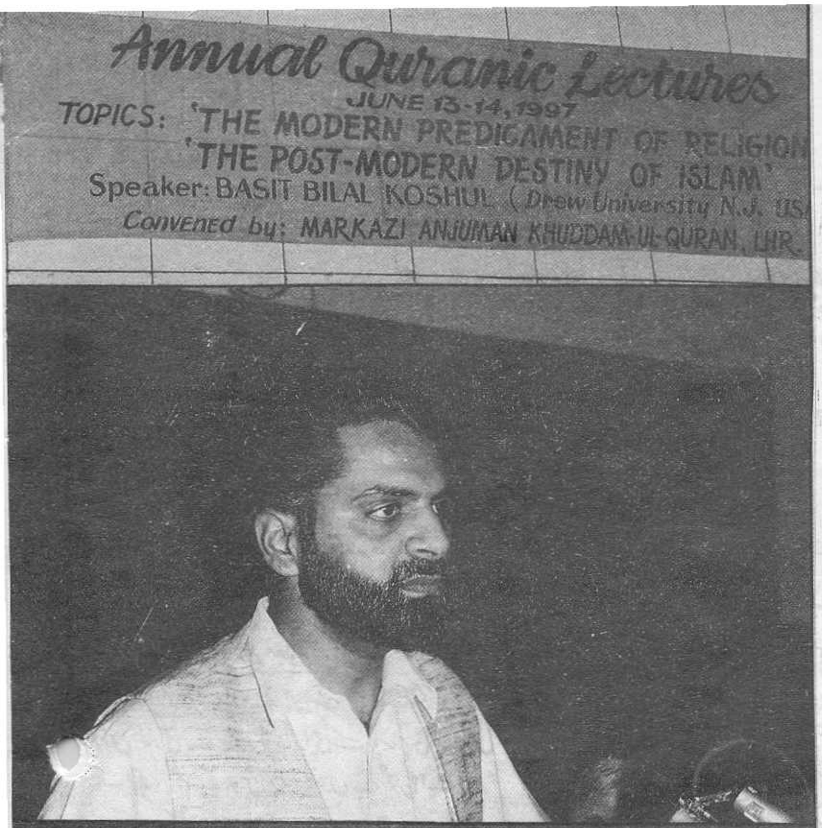

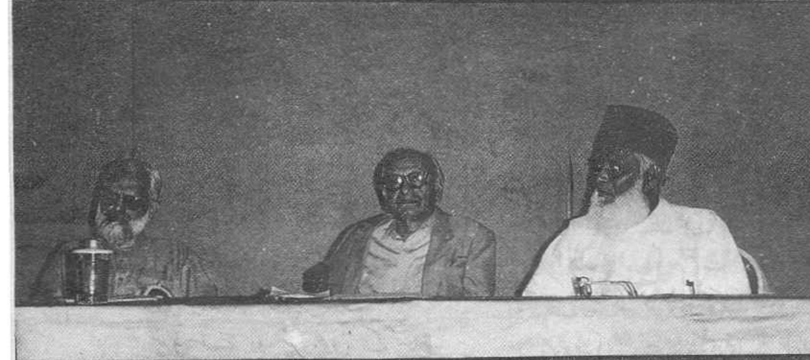

محاضرات قرآنی

"بلالی اذان"

باسط بلال کوشل کا نام قارئین "ندائے خلافت" کے لئے نامانوس نہیں۔ نیو جرسی امریکہ کی تنظیم اسلامی کی شاخ سے وابستہ اس ہونہار نوجوان نے دو سال قبل قرآن کالج سے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی تکمیل کی تھی۔ قبل ازیں وہ امریکہ کے چوٹی کے تعلیمی اداروں سے سیاسیات (پولیٹکل سائنس) اور علوم اسلامیہ میں ایم اے کر چکے تھے۔ پچھلے سال محاضرات قرآنی کے مرکزی مقرر کے طور پر قرآن آڈیٹوریم میں انگریزی زبان میں لیکچر دیئے اور نہایت عمدگی کے ساتھ فکر جدید کی خامیوں کو اجاگر کرتے ہوئے فکر و فلسفہ کی سطح پر اسلام کی حقانیت کو مبرہن کیا۔ ان کے لیکچرز بہت دلچسپی سے سنے گئے اور متعدد قابل ذکر حلقوں کی جانب سے ان کے بارے میں تحسین آمیز تبصرے سننے کو ملے۔ معروف کالم نگار مجیب الرحمٰن شامی صاحب کا روزنامہ "جنگ" میں ایک کالم بعنوان "بلالی اذان" باسط بلال کی توصیف میں شائع ہوا۔ اس سال وہ امیر تنظیم اسلامی کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تو ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن آڈیٹوریم میں ۱۳/ اور ۱۴ جون کو ان کے دو لیکچرز کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ موسم کی شدت کے باعث گو دونوں دن حاضری پچھلے سال کے مقابلے میں کم رہی تاہم تیسرے دن سوال و جواب کی نشست میں سامعین کی ذوق و شوق کے ساتھ شرکت اس امر کی غماز تھی کہ سامعین نے باسط بلال کے پیش کردہ افکار و خیالات کو غیر معمولی دلچسپی اور توجہ سے سنا ہے۔ باسط بلال کے لیکچرز کا یہ پہلو نہایت غیر معمولی ہے کہ وہ سامع کے علم میں اضافے اور فکری جلا کا موجب ہی نہیں ہوتے اس کے ایمان میں ایزادگی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ ذیل میں ان کے حالیہ لیکچرز کا خلاصہ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جون کی ۱۳/ اور ۱۴ تاریخ کو قرآن آڈیٹوریم میں امریکہ سے آئے ہوئے مہمان مقرر جناب باسط بلال کوشل نے دو لیکچر دیئے۔ پہلے لیکچر کا عنوان تھا: "دور حاضر میں مذہب سے بے گانگی"۔ تقریب کی صدارت معروف وکیل اور دانشور جناب ایس ایم ظفر نے کی۔ مہمان مقرر نے اپنے خطاب میں اولاً مذہب کی ضرورت اور اس کی اصل اہمیت کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت صرف وہی نہیں ہے جس کا ہم اپنے حواس خمسہ سے ادراک کرتے ہیں، بلکہ اس کے علاوہ ایک غیبی عالم بھی ہے جس کے وجود کی خبر ہمیں مذہب دیتا ہے۔ مذہب ہی کی بدولت مادی عالم کا اس غیر مادی اور غیبی عالم سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ مذہب کا دوسرا اہم فعل یہ ہے کہ وہ انسانی عقل اور منطق کو غلطی کرنے اور ٹھوکر کھانے سے بچاتا ہے۔ فاضل مقرر نے کہا کہ جس طرح حواس خمسہ سے حاصل کردہ نتائج میں غلطی ہو سکتی ہے، جس کی تصحیح کے لئے عقل و منطق کو استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح خالص عقلی غور و فکر بھی ہمیں غلط نتائج تک پہنچا سکتا ہے جس کی تصحیح اور تہذیب کے لئے وحی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مذہب کے ان دونوں افعال کی بنیاد پر فرد کے لئے آخرت میں فلاح اور اجتماعیت کے لئے دنیا میں عادلانہ سیاسی و سماجی نظام کے قیام کا راستہ کھلتا ہے۔

فاضل مقرر نے کہا کہ پوری تاریخ میں ہمیشہ ایک چھوٹی سی اقلیت ایسی موجود رہی ہے جس کے نزدیک وحی، خدا، رسالت اور آخرت کی حیثیت محض جہالت اور پچھلے وقتوں کی کہانیوں سے زیادہ نہیں۔ آج کے دور میں اس اقلیت نے اکثریت کی شکل اختیار کر لی ہے اور مذہب سے بے زاری کو جدید، تعلیم یافتہ اور ذہین ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ مذہب کے زوال کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب سائنسی انداز میں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ بہت سی ایسی تحریریں اور عقائد جنہیں خدا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اصل میں انسانی ذہن اور انسانی تاریخ کی پیداوار ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر مذہب کی تاریخ میں مخصوص ادوار آتے ہیں، اور آج تقریباً تمام مذاہب اپنے آخری یعنی موت کے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔

بولیں اماں محمد علی کی — جان بیٹا خلافت پہ دے دو

شیر دل بیٹوں کی جواں ہمت ماں

تحریک خلافت (23-1919ء) کے دوران شہرت پانے والا ایک یادگار اور لازوال کردار جس کے بغیر تحریک خلافت کا تذکرہ نامکمل رہتا ہے۔

(ملک نصراللہ خان عزیز مرحوم کی ایک ولولہ انگیز تقریر)

موجودہ نسل کو شاید معلوم بھی نہ ہو کہ تحریک خلافت (23-1919ء) کے زمانے میں ہندوستان کے در و دیوار، راس کماری سے پشاور اور کراچی سے آسام کی پہاڑیوں تک ایک نظم کے جوش پرور نغموں سے گونج اٹھے تھے' جس کا ٹیپ کا شعر یہ تھا۔

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

بی اماں' مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے نام لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔ اس تصور کو میں نے ایک تصویر میں اس طرح مجسم دیکھا تھا کہ آگے کرسی پر بی اماں بیٹھی تھیں ان کے پیچھے ایک طرف مولانا شوکت علی اور دوسری طرف مولانا محمد علی کھڑے تھے اور نیچے لکھا تھا:

شیرنی اپنے دو شیر بچوں کے ساتھ

تصویر کا یہ عنوان جس نے بھی تجویز کیا اس نے ایک حقیقت کو بالکل صحیح الفاظ کا جامہ پہنایا۔ اس دور میں ان تین افراد کی شجاعت' قربانی' ایثار اور استقلال کی دھوم تھی۔ وہ گاندھی جی سے بھی زیادہ معروف اور محبوب تھے اور یہ شہرت و ناموری اور محبوبیت سال دو سال کی تاریخ پر مبنی نہ تھی بلکہ اس کی ترتیب میں نصف صدی کی ایک خاموش روحانی اور اخلاقی جدوجہد صرف ہوئی تھی۔

مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد انتقال فرما گئے۔ آبادی بانو جو بعد میں اپنے عظیم المرتبت فرزندوں کی وجہ سے "بی اماں" کے نام سے مشہور ہوئیں' انہوں نے ان دو شیر بچوں کی تعلیم و تربیت پر اپنی جوانی اور اپنی زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ انہی کے فیضان تربیت کا نتیجہ تھا کہ بجائے اس کے کہ علی گڑھ کے ایم اے او کالج کے یہ دو کھلنڈرے طالب علم کسی اعلیٰ سرکاری ملازمت کی راحت رسانیوں' عیش پروریوں اور سکون سامانیوں سے بہرہ اندوز ہونے کے بعد خاموشی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے اور کوئی فرد ملت و وطن ان کے نام سے بھی آگاہ نہ ہوتا' بی اماں کی آغوش تربیت میں پل کر ان کے خداداد جوہر ایک خاص منزل کی طرف مڑ گئے اور تاریخ نے ان کے سر پر حیات دوام کا تاج رکھ دیا۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

یہ صحیح ہے کہ بی اماں مرحومہ سے دنیا اپنے نامور فرزندوں کے کارناموں کی وجہ سے روشناس ہوئی' مگر حقیقت یہ ہے کہ خود مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی سیرت و کردار' جوش عمل' ولولہ ایثار اور استقلال و استقامت بلکہ ان کا دینی اور سیاسی نقطہ نگاہ بی اماں کا عطا کیا ہوا تھا۔ بی اماں کی عظمت کا باعث محمد علی اور شوکت علی نہیں تھے بلکہ محمد علی و شوکت علی کی عظمت کا راز بی اماں مرحومہ کی عظمت میں مضمر تھا۔ محمد علی اور شوکت علی قوت و طاقت کا ایک بے پناہ انجن تھے' جس کی ڈرائیور بی اماں مرحومہ تھیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں یہ انجن اپنی پٹڑی پر بدستور چلتا رہا' لیکن ان کے انتقال کے بعد اس کی رفتار میں تغیر آگیا اور اس کی پٹڑیاں بھی بدلنے لگیں۔

مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی' علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے زمانے ہی سے اپنے انتہا پسندانہ اور صحیح تر الفاظ میں حریت پرورانہ اور غیرت مندانہ عقائد و خیالات کی وجہ سے معروف ہو چکے تھے۔ ان کا یہ رجحان طبع' علی گڑھ کالج کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کالج کے علی الرغم اور بی اماں کی ابتدائی تعلیم کا کرشمہ تخلیق تھا۔

مولانا محمد علی کا یہ سیاسی مزاج ان کے ساتھ آکسفورڈ میں بھی گیا اور ان کو آئی سی ایس کی گندگیوں سے بچا لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتے تو زیادہ امکان اس امر کا تھا کہ وہ کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی حیثیت سے ریٹائر ہو کر گوشہ گمنامی میں دفن ہو جاتے' لیکن دست قدرت ان سے جو کام لینا چاہتا تھا وہ ملک و ملت کی خدمت تھا' برطانیہ کے سامراج کی خدمت نہیں تھا' چنانچہ وہ امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور سرکاری ملازمت کے بجائے انہوں نے صحافت کی راہ خدمت اختیار کر لی۔ بلقان و طرابلس کی جنگوں نے اور اس کے بعد جنگ عظیم میں خلافت عثمانیہ کے خلاف برطانوی سیاست کی چیرہ دستی نے انہیں اور ان کے برادر بزرگ مولانا شوکت علی کو وطن میں آسمان شہرت پر پہنچا دیا ان کو حکومت ہند نے نظر بند کر دیا۔ اس وقت تک ان کی عظیم المرتبت والدہ کے نام سے کوئی شخص واقف نہیں تھا لیکن ایک واقعے سے یکایک پورے ملک کی بلند نگاہیں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

نظر بندی کے زمانے میں حکومت ہند نے دونوں بھائیوں کے سامنے کچھ شرائط پیش کیں کہ اگر وہ ان پر دستخط کر دیں تو ان کو رہا کر دیا جائے گا۔ قید اور نظر بندی آج ایک نہایت معمولی سا واقعہ بن چکی ہے ان کے عموم نے نہ صرف ان کی ہیبت دور کر دی ہے بلکہ ان کی ندرت بھی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس لئے آج اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اس زمانے میں نظر بندی کا تصور کتنا مہیب اور اذیت بخش تھا۔

بی اماں مرحومہ کو کسی طرح شرائط نامے کا پتہ چل گیا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ علی برادران اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے مگر بی اماں نے ایک فقرے میں اس قصے کا فیصلہ کر دیا۔ انہوں نے کہا "اگر شوکت اور محمد علی نے اس مشروط رہائی کو قبول کر لیا تو میں اپنے کمزور اور بوڑھے ہاتھوں کے ساتھ ان دونوں کا گلا گھونٹ دوں گی"۔ بی اماں کا یہ فقرہ شہرت عام حاصل کر گیا اور پورے ملک کو معلوم ہو گیا کہ وطن کی گود میں کیسی عظیم الشان استقامت کی حامل ماں موجود ہے۔ علی برادران نے رہائی کی اس ذلیل پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور وہ اس وقت رہا ہوئے جب خود حکومت کی اپنی مجبوریوں اور ضرورتوں نے ان کو رہا کرنا ضروری خیال کیا اور ایسا تحریک خلافت کے زمانے میں ہوا' جب کہ وہ نظم ملک کے قریے قریے میں گائی جانے لگی جس کا ایک شعر اوپر درج کیا گیا ہے اور اب بی اماں' محمد علی اور شوکت علی

لازم وملزوم تھے۔ ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ناممکن تھا۔

میں بی اماں کے نام اور ان کی سیرت وکردار کی عظمت سے بہت پہلے واقف ہو چکا تھا مگر یہ واقفیت صرف ان کی سیاسی پختگی اور جرات وشہامت کی وجہ سے تھی یا پھر ان کے نامور فرزندوں کے کارناموں سے مگر جب تحریک خلافت کے زمانے میں چند روز کے لئے ان کی معیت میں دورہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اندازہ ہوا کہ وہ سیرت وکردار کی کس عظمت اور علو مرتبت کی مالک ہیں۔ غالباً 1922ء کے موسم گرما کا واقعہ ہے ملک میں تحریک خلافت سے ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کراچی میں قید تھے اور بی اماں ایک ملازمہ کو ہمراہ لے کر ملک کے دورے پر نکل کھڑی ہوئیں۔ اس زمانے میں پنجاب خلافت کمیٹی کے جنرل سیکرٹری ملک لال خان صاحب دوسرے لیڈروں کے ساتھ جیل میں تھے اور ہمارا گھر لاہور میں تحریک خلافت کا مرکز تھا۔ بی اماں مرحومہ نے بھی ہمارے ہی گھر (دہلی دروازے کے باہر جہازی بلڈنگ کے وسطی مکان) میں چند روز کے لئے قیام کیا۔ وہ ہر روز عورتوں کا جلسہ کرتی تھیں اور اس میں بڑی سادہ اور دل نشین زبان میں پیغام حریت پہنچاتی تھیں۔

وہ دن بھر اپنے کام میں مصروف رہتیں' جلسے میں تقریریں کرتیں اور اس سے پہلے اور بعد میں آنے جانے والی عورتوں کو باتوں باتوں میں آزادی وطن کی ضرورت' ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت اور عدم تعاون کی افادیت کے نکات سمجھاتیں۔ ان کی عمر اس وقت 80 برس کے لگ بھگ تھی۔ پیرانہ سالی کے باعث کبڑی ہو کر چلتی تھیں۔ اس ضعف ومعذوری کے باوجود اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ یہاں تک جب پچھلے پہر تہجد کے لئے اٹھتیں تو اپنی ملازمہ کو بیدار نہ کرتیں بلکہ خود ہی جھکی جھکی چل کر اپنی سب ضرورتیں پوری کرتیں اور اس احتیاط کے ساتھ کہ اردگرد سونے والوں کی آنکھ نہ کھلنے پاتی۔

ہندوستان کی سیاسی تحریکات نے بعد میں جو رخ اختیار کیا' اس میں کام کرنے والوں کے نزدیک تو شریعت کے ضروری احکام کی پابندی بھی ضروری نہ رہی بلکہ فی نفسہ دینداری بھی ایک مد فاضل قرار دی گئی' لیکن مسلمان رہنماؤں میں سے جن لوگوں نے بالکل ابتدائی دور سے شمع حریت روشن کی' ان کے نزدیک آزادی کی جدوجہد ایک دینی اور اسلامی جدوجہد تھی اور اس کے لئے نہ صرف پنج وقتہ فرض نماز کی پابندی ضروری تھی بلکہ تہجد کا اہتمام بھی ایک لازمہ تحریک تھا۔ تقریباً تمام اونچے پائے کے مسلمان لیڈر جہاں دن کے وقت بندگان خدا کو پیغام آزادی پہنچانے میں مصروف رہتے وہاں وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے پروردگار سے بھی نصرتوں کے طالب ہوتے۔ ان کو یقین تھا۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!

لاہور میں چند روز کام کرنے کے بعد بی اماں کا دورہ باہر کے لئے تجویز ہوا۔ اس میں سانگلہ ہل' چک جھمرہ' چنیوٹ اور لائل پور (فیصل آباد) میں جلسے کرنا تجویز ہوا۔ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ غالباً جون کا مہینہ تھا۔ بی اماں کے قافلے میں ہم چند مرد کارکن بھی تھے۔ چودھری افضل حق مرحوم' مظفر گڑھ کے شیخ دوست محمد (بیرسٹر عدم تعاونی)' غازی عبدالرحمٰن امرت سری اور دو ایک اور صاحب جن کے نام اس وقت حافظے سے اتر رہے ہیں' یہ سب اچھے مقرر' محنتی کارکن اور ان تھک کام کرنے والے حضرات تھے۔

شدید گرمی کا موسم اور ضلع لائل پور کی خشک اور خاک آلود سرزمین۔ اس پر برف کا پانی اور دوپہر کے جلسوں میں تقریریں۔ مجھے یاد ہے کہ سانگلہ ہل تک پہنچتے ہی ہم سب کے گلے بیٹھ گئے۔ ہم تمام مرد کارکنوں کا دور شباب تھا۔ ہم میں کوئی راحت طلب اور سہل کوش نہیں تھا۔ دو تین برس شہروں اور دیہات میں کام کر کے پختہ کار ہو چکے تھے' لیکن اس پیرانہ سال مگر جواں ہمت خاتون کے ساتھ مل کر کام کرنے میں ہماری ہمتوں نے جواب دے دیا۔

اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکروں کا رواج نہیں تھا۔ ہم لوگ پانچ دس ہزار کے مجمع تک آواز پہنچا لیتے تھے' لیکن جب گلے بیٹھ گئے اور آوازیں پست ہو گئیں تو ہم میں سے ہر شخص تقریر سے ہچکچانے لگا۔ اس عالم میں صرف ایک بی اماں مرحومہ کا فولادی وجود تھا جس نے تھکنے کا نام نہ لیا۔ تقریر سے' اشاروں سے وہ اپنی بات کہتی چلی گئیں۔ وہ صرف اس امر کی محتاج تھیں کہ ان کو لے کر چلنے کا انتظام کر دیا جائے' چنانچہ ایک کرسی کی پالکی سی بنا کر انہیں کندھوں پر اٹھا لیا جاتا اور وہ قصبوں کی گلیوں میں مشتاقان زیارت کے ہجوم میں آزادی کا ناد پھونکتی جاتی تھیں۔ ان کے دونوں ہاتھ اپنے بچوں اور بچیوں کے سلام کا جواب اور ہونٹ دعائیں دیتے ہوئے مسلسل حرکت میں رہتے۔

چنیوٹ میں ہم نوجوان مرد کارکنوں نے بمشکل پندرہ پندرہ منٹ تقریر کی ہو گی مگر بی اماں پورا ایک گھنٹہ بولتی رہیں۔ ان کی آواز خدا کے فضل سے جیسی شروع میں تھی ویسی ہی آخر میں بھی رہی۔ پھر ہم لوگوں کو جب بھی موقع ملتا ہم آرام کرنے اور ستانے کی فکر کر لیتے' مگر بی اماں نے اس دوران میں رات کے مختصر سے آرام کے علاوہ ایک منٹ کمر سیدھی نہ کی' یہاں تک کہ جب ہم رات کو کوئی بارہ بجے کے قریب چنیوٹ سے واپس چک جھمرہ کے اسٹیشن پر لاہور کی گاڑی میں سوار ہونے کے لئے پہنچے تو وہاں بھی بی اماں اپنے کام سے غافل نہ ہوئیں۔ راستے میں انہوں نے ایک دلچسپ اور سبق آموز کہانی میری درخواست پر سنانی شروع کی تھی۔ اسٹیشن پر پلیٹ فارم پر پہنچنے کی مصروفیات میں سلسلہ بیان ٹوٹ گیا تھا مگر جونہی ان کی کرسی زمین سے لگی اور ذرا سکون ہوا تو انہوں نے مجھے یاد فرمایا اور کہا وہ بیٹا کہاں ہے جو کہانی سن رہا تھا' چنانچہ مجھے بلوایا گیا اور بی اماں مرحومہ نے اپنی کہانی پوری کی۔

یہ تھیں بی اماں مرحومہ۔ کسی مغربی مفکر کا قول ہے کہ عورت کا نازک ہاتھ جو بچے کے پنگھوڑے کو حرکت دیتا ہے وہی اس کرہ ارضی کو بھی چلا رہا ہے۔ یہ قول بی اماں مرحومہ پر صادق آتا ہے' انہوں نے محمد علی اور شوکت علی کو ایسی تربیت دی کہ انہوں نے اٹھ کر پورے ہندوستان کو ولولہ آزادی سے معمور اور تحریک حریت سے متحرک کر دیا۔ وہ سراپا جوش تھے مگر بی اماں مرحومہ سراپا ہوش!

> "بی اماں" کا یہ جملہ شہرت عام حاصل کر گیا کہ اگر محمد علی اور شوکت علی نے انگریزوں سے مشروط رہائی قبول کر لی تو میں اپنے کمزور اور بوڑھے ہاتھوں کے ساتھ ان دونوں کا گلا دبا دوں گی"

جوش اور ہوش باہم برسرپیکار رہے' تحریک حریت کا قافلہ آگے بڑھتا رہا' لیکن بی اماں مرحومہ کے انتقال کے بعد پھر ان عظیم المرتبت بھائیوں کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہ رہا' یہاں تک کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم جیسا شخص جو مایوسی کے نام سے ناآشنا تھا' گول میز کانفرنس میں یہ الفاظ کہنے پر آمادہ ہو گیا کہ "اے برطانیہ کے سیاست دانو! تمہیں مجھے آزادی دینا ہو گی ورنہ اپنی قبر کے لئے دو گز زمین بہرحال میں تم سے لے کر رہوں گا"۔

بلاشبہ اس فقرے میں آزادی کی ایک لازوال تڑپ موجود ہے لیکن ان الفاظ کے اندر مایوسی بھی پائی جاتی ہے۔ میرا گمان نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر بی اماں مرحومہ اس وقت زندہ ہوتیں تو مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا یہ فقرہ کچھ اس طرح ہوتا:

"میں تم سے آزادی مانگنے نہیں آیا' یہ میرا اپنا حق ہے جسے تم غصب کئے بیٹھے ہو۔ اگر تم میرے اس حق کو واپس کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے ورنہ میں اپنے وطن واپس جا کر تمہارے لئے زندگی اجیرن کر دوں گا اور تم سے اپنا حق آزادی لے کر رہوں گا"۔ اس عظیم المرتبت ماں نے ماؤں کے لئے اور ان کے نامور فرزندوں نے بیٹوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔

ہفتہ رفتہ کے دوران تنظیم اسلامی کے شعبہ نشرو اشاعت کے تحت جاری کردہ پریس ریلیز

جو مکمل یا جزوی طور پر قومی اخبارات میں شائع ہوئے

وزیر اعظم کے خطاب میں قرآن و سنت کی بالادستی اور انسداد سود کے ضمن میں خاموشی انتہائی مایوس کن اور قابل افسوس ہے

لاہور (پ ر) 12 جون 1997ء' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حالیہ تقریر کو انتہائی مایوس کن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن و سنت کی بالادستی کے نفاذ اور وفاقی شرعی عدالت کے سود سے متعلق فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل جلد واپس لینے کے پختہ وعدہ کے باوجود' اس سلسلے میں کسی قابل ذکر پیش رفت کی بجائے معنی خیز خاموشی انتہائی مایوس کن اور قابل افسوس طرز عمل کی مظہر ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ میاں نواز شریف نے آئین سے غیر جمہوری دفعات کو نکالنے کے فیصلوں کا ذکر تو بڑے فخریہ انداز میں کیا ہے مگر ملک کے آئین میں موجود تضادات اور قرارداد مقاصد کے منافی غیر اسلامی دفعات کے خاتمے کے لئے شریعت کو سپریم لاء بنانے کی ترامیم لانے کا ذکر تک نہ کرنا ناقابل فہم ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نے قوم سے خطاب میں اپنی امیدوں کا انحصار اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنے کا تذکرہ تو کیا ہے مگر اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے قرآن و سنت کی بالادستی قائم کرنے سے پہلوتہی اور چشم پوشی پر مبنی دو عملی کا رویہ اختیار کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ مہنگائی اور غربت سے لاچار عوام کو سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے استحصال سے نجات دلا کر بنیادی ضروریات کفالت کی ضمانت فراہم کرنے کی خوشخبری سنانے کی بجائے "عوام دو سال قربانی دیں' اگلے تین سال جشن منائیں" جیسی باتیں کرنا وزیر اعظم کی بے نتیجہ حکمت عملی اور بے بسی کا مظہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرض اتارو' ملک سنوارو مہم کے بارے میں ہونے والی کسی پیش رفت سے عوام کو آگاہ نہ کرنے کی پالیسی حیران کن ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتظامی مشینری کی موجودہ اخلاقی صورت حال کے پیش نظر اندیشہ ہے کہ آٹا کوپن بھی سیاسی رشوت کے طور پر استعمال ہو گا۔

افغانستان کی طالبان حکومت کے سفیر کی قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات

لاہور (پ ر) 12 جون 1996' پاکستان میں متعین افغانستان کی طالبان حکومت کے سفیر مولوی شہاب الدین دلاور نے سفارت خانہ کے فرسٹ سیکرٹری مولوی عبدالوحاب اور جمیعت العلماء (س) گروپ کے رہنما مولانا محمد اجمل قادری کے ہمراہ قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے ملاقات کی۔ افغان سفیر مولی شہاب الدین نے طالبان حکومت کی حمایت کے لئے تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہے لہٰذا تمام مسلمان ممالک کو افغان حکومت کی بھرپور تائید کرنی چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے افغان سفیر کو احادیث نبویہ کی روشنی میں بتایا کہ افغانستان اور پاکستان کی سرزمین سے عالمی سطح پر نظام خلافت کا علم بلند ہو گا۔ بیت المقدس کو یہودی قبضے سے اسی علاقے کے مجاہدین آزاد کرائیں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ افغانستان کو عالم اسلام کے بازوئے شمشیر زن کی حیثیت حاصل ہے جبکہ برصغیر کی سرزمین نے فکری سطح پر امت مسلمہ کی نمائندگی کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ وراثت اب پاکستان کو منتقل ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے افغان سفیر کو پاکستان اور افغانستان کی کنفیڈریشن کے قیام کی تجویز سے آگاہ کیا جسے افغان سفیر نے خوشکن آئند قرار دیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ عرب ممالک پر یہودی غالب آ چکے ہیں اور اب پاکستان اور افغانستان کی سرزمین کے مجاہدین ہی نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کریں گے۔ افغان سفیر نے خصوصی دعوت پر قرآن اکیڈمی میں مغرب کی نماز کی امامت بھی کی۔

ایرانی سفیر کا بھارت کو علاقائی سپر پاور کی حیثیت سے افغانستان میں مداخلت کی دعوت دینا انتہائی قابل مذمت ہے

لاہور (پ ر) 18 جون 1997ء' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ ایک جانب بھارت "را" کے ذریعے شیعہ سنی محاذ آرائی کی آڑ میں دہشت گردی کروا رہا ہے تو دوسری طرف مغربی استعمار اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے شیعہ سنی چپقلش کو استعمال کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایران اور افغانستان کے مابین کشیدگی پیدا کر کے مغربی استعمار اپنے مذموم مقاصد باآسانی حاصل کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی قیادت کا غیر حقیقت پسندانہ اور جذباتی رویہ اسلام دشمن عالمی استعمار کو تقویت پہنچانے کا سبب بن رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا شیعہ سنی محاذ آرائی نہ صرف اندرون ملک ایک گھمبیر مسئلہ کی شکل اختیار کر چکی ہے بلکہ اس محاذ آرائی سے اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں جن خدشات کا اظہار ماضی میں کیا جاتا رہا ہے وہ اب کھل کر سامنے آ چکے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایرانی حکومت کی جانب سے افغانستان کو حاصل تجارتی مراعات کے خاتمے سے ایران اور افغانستان کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ بیان واقعی درست ہے کہ بھارت میں متعین ایرانی سفیر کی جانب سے بھارت کو علاقائی سپر پاور کی حیثیت سے افغانستان میں مداخلت کی کھلم کھلا دعوت دی گئی ہے تو ایران کا یہ طرز عمل انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ افغانستان کی طالبان حکومت کے بارے میں ایرانی حکومت کا طرز عمل غیر مناسب اور جارحانہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایران کو چاہئے کہ وہ امریکہ کے سامراجی عزائم کو سمجھتے ہوئے پاکستان اور افغانستان کے ساتھ اپنے باہمی معاملات کو اسلامی اخوت کے جذبے کے تحت دو طرفہ مذاکرات کے ذریعے حل کرے۔ وگرنہ مغربی استعمار مسلمان ممالک کے باہمی اختلافات کو ابھار کر امت مسلمہ کو زک پہنچانے کے صیہونی عزائم کی تکمیل کامیابی کے ساتھ کر سکے گا۔

سود کی مد میں کثیر قومی آمدنی کا صرف' معاشی سطح پر ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا باعث ہے

لاہور (پ ر) 14 جون 1997ء' امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت کے ٹیکس فری بجٹ کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر آئندہ مالی سال تک کے عرصے میں حکومت نے مزید کوئی نیا ٹیکس عائد نہ کیا تو پھر ہی اسے ٹیکس فری بجٹ کہنا درست ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ منی بجٹ کا سلسلہ اب ختم ہونا چاہئے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بجٹ میں 185/ارب روپیہ کی خطیر رقم سود کی ادئیگی کے لئے مختص کی گئی ہے۔ چنانچہ 154/ارب روپیہ ملکی سود خوروں کی تجوریوں میں چلا جائے گا۔ سود کی مد میں کثیر قومی آمدنی کا صرف ہو جانا' معاشی سطح پر ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ چنانچہ سودی نظام کی اس لعنت سے چھٹکارا پانے کا واحد طریقہ غیر سودی معاشی نظام کا قیام ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ جب تک پاک بھارت معاملات خوش اسلوبی سے طے نہیں ہو جاتے اس وقت تک بجٹ میں کٹوتی غیر مناسب ہے۔ انہوں نے کہا کہ پرچون کی سطح تک سیلز ٹیکس کا نفاذ مہنگائی کے بوجھ تلے پسی ہوئی قوم پر بجلی بن کر گرے گا' علاوہ ازیں اس سے رشوت اور بدعنوانی کا راستہ کھلے گا۔

☆☆☆☆

دو واقعات

جن میں ہمارے لئے غور و فکر اور عبرت کا بہت کچھ سامان مضمر ہے!

محمد سمیع، کراچی

دور خلافت راشدہ کی ایک جھلک آج کے ایک واقعے کے تناظر میں ذہن میں ابھرتی ہے۔ خلیفہ راشد امیرالمومنین حضرت عمرؓ کا دور ہے۔ وہ اپنی رعایا کی خبرگیری کے لئے معمول کے گشت پر ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ ایک شخص کی گانے کی آواز کانوں میں پڑتی ہے۔ آپ کو شک گزرتا ہے۔ آپ دیوار پر چڑھتے ہیں اور کود کر مکان میں داخل ہوتے ہیں۔ عجیب منظر سامنے نظر آتا ہے۔ شراب بھی موجود ہے، عورت بھی۔ آپ للکارتے ہیں: "اے دشمن خدا! کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور وہ تیرا راز فاش نہ کرے گا۔" وہ جواب دیتا ہے۔ "امیرالمومنین! جلدی نہ کیجئے۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ اللہ نے کسی کی ٹوہ میں رہنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ نے ایسا کیا۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لئے بغیر داخل نہ ہو۔ آپ اجازت لئے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں اور اس شخص کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے البتہ اس سے وعدہ لیتے ہیں کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ یہ ہے وہ روشن مثال عدل و قسط کی جسے اسلام نے جاری و ساری کیا۔

میرے ذہن میں یہ واقعہ کیوں ابھرا۔ اس کی روداد بھی سن لیجئے۔ صبح کا وقت ہے۔ میں نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے گھر کی طرف واپس آ رہا ہوں کہ یکایک پولیس کی گاڑی دکھائی دیتی ہے۔ یہ گاڑی پچھلی گلی کے کارنر کے مکان کے سامنے رکتی ہے۔ چار پانچ پولیس والے جو اسلحوں سے مسلح ہیں گاڑی سے اترتے ہیں۔ ایک دو افراد سادہ لباس میں بھی ہیں۔ ایک پولیس والا مکان کی چھت پر چڑھ کر آنگن میں کودتا ہے۔ صدر دروازہ کھولتا ہے۔ سارے پولیس والے مکان کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کا منظر دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں۔ میں خاموشی سے اپنے گھر میں داخل ہو جاتا ہوں۔ گھر کے مکین پر سوتے میں کیا گزری ہوگی ہر کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ میرے تصور میں قرآن کی وہ آیت گونجتی ہے۔ "کہ اللہ کا عذاب یکایک تم پر ٹوٹ پڑے جب کہ تم خواب خرگوش میں مبتلا ہو اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔"

دونوں واقعات سچے ہیں۔ ایک کا تعلق اس دور سے ہے جس میں اسلام کا نظام عدل و قسط جاری و ساری تھا۔ دوسرے کا تعلق آج کے ظلم و جبر پر مبنی استحصالی نظام سے ہے، جبکہ عدل کا فقدان ہے۔ آیئے ان دونوں واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ایک طرف حضرت عمرؓ جیسے جلالی صحابی ہیں جو قرآن کے اس ارشاد گرامی کی مجسم تصویر ہیں۔ "محمد الرسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی کفار کے لئے سخت اور آپس میں رحیم ہیں"۔ جس کو علامہ اقبال نے اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت عمرؓ اپنی رعایا کے لئے اتنے رحیم ہیں کہ راتوں کی نیند قربان کر کے ان کی خبرگیری کے لئے گلیوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ کوئی مسلح باڈی گارڈ ساتھ نہیں۔ سچ کہا تھا رومی سفیر نے حضرت عمرؓ کو کوڑے کو تکیہ بنا کر جھاڑیوں کے سائے میں لیٹے دیکھ کر "اے عمرؓ تم لوگوں کے ساتھ انصاف کرتے ہو لہٰذا تمہیں اپنی جان کا خوف نہیں اور ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں لہٰذا حفاظتی حصار میں بھی جان کے خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں"۔ یہی حال آج کے حکمرانوں کا بھی ہے۔ غریبوں کی ہمدردی کا دعویٰ تو بہت ہے لیکن حال یہ ہے کہ ؂

قوم کا غم تو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ
قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کس ساتھ

جب چلتے ہیں تو آگے پیچھے مسلح باڈی گارڈ ہوتے ہیں۔ لیکن موت ان کا پیچھا پھر بھی نہیں چھوڑتی۔ شیخ مجیب الرحمٰن اور انور سادات کو انہیں کی فوج نے مارا۔ اندرا گاندھی کو اسی کے باڈی گارڈ نے کیفر کردار کو پہنچایا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جس پر تکیہ کیا وہی اس کے لئے فرشتہ اجل بن گیا اور جنرل ضیاء الحق کا حادثہ اس وقت ہوا جب وہ ایک فوجی طیارے میں سوار تھے۔ ' فاعتبرو یا اولی الابصار۔ یہ واقعات درس عبرت ہیں ان لیڈروں کے لئے جو اپنی جان کے خوف سے اپنے عوام کو مصائب میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا واقعے کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ ایک گناہ گار آدمی بھی اپنے دفاع کے لئے قرآنی احکامات کی نشان دہی کر رہا ہے، اور خلیفہ وقت نے اگرچہ مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے لیکن قرآنی احکامات کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ یہ سر تسلیم خم کیوں ہے؟ فکر آخرت کی بنا پر۔ اخروی محاسبہ کے خوف سے ہمارا حال کیا ہے؟۔ ہم میں خواہ حکمراں ہوں خواہ رعایا۔ سبھی قرآن کریم سے دور ہیں۔ فکر آخرت پیدا ہو تو کیونکر ہو۔ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بیگانگی ہے۔ ورنہ وہ اہل کار جو حکمرانوں کے خلاف شریعت احکام پر عملدرآمد کرتے ہیں، اپنا محاسبہ آنحضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی روشنی میں کرتے کہ انتہائی بدنصیب ہے وہ شخص جو دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنی عاقبت برباد کرے۔ کاش کہ ہمارے حکمراں، ان کے اہل کار اور عوام الناس قرآن کریم کی طرف پلٹیں۔

☆☆☆

افغان سفیر مولانا شہاب الدین دلاور اور فرسٹ سیکرٹری مولوی عبدالوہاب، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کرتے ہوئے۔ اس موقع پر امیر تنظیم نے اپنے رفقاء اور حلقہ احباب کی جانب سے ایک لاکھ روپے پاکستانی کرنسی میں اور ایک ہزار امریکی ڈالر سفیر افغانستان کو بطور ہدیہ پیش کئے۔

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

دشمن کو صرف 15 منٹ میں چھٹی کا دودھ یاد دلا سکتے ہیں
○ ڈاکٹر عبدالقدیر

نامور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے خبردار کیا ہے کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کرنے کی جرات کی تو اسے ہماری تباہ کن اور انتہائی تیزی جوابی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا جو زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں مکمل ہو جائے گی اور بھارت اس کارروائی کا جواب بھی نہیں دے سکے گا۔ ایک کالم نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم بھارت کے ایک بڑے شہر کو کئی بار صفحہ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قوم اس بات کا یقین رکھے کہ دشمن نے پاکستان کے خلاف جارحیت کی تو اسے ایسی سزا دیں گے کہ اس کی نسلیں یاد رکھیں گی۔ انہوں نے کہا کہ دشمن کا ہر بڑا شہر ہمارے نشانے پر ہے۔ پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس طرح کی کوئی کارروائی ہم بھی کر سکتے ہیں لیکن ہم کوئی بچگانہ شعبدہ بازی نہیں کریں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قومی مفادات اور سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے قوم کو مایوس نہیں کریں گے۔ (۱۲ جون' روزنامہ نوائے وقت)

کراچی شدید ہنگاموں کی لپیٹ میں۔ پولیس سے جھڑپیں' گاڑیاں نذر آتش' ۲ ہلاک

لانڈھی میں ایم کیو ایم حقیقی کے مرکزی دفتر اور گلشن اقبال میں ایم کیو ایم الطاف گروپ کے صوبائی وزیر عارف صدیقی کے رابطہ آفس پر حملوں کے بعد کراچی کے بیشتر علاقے ہنگاموں کی زد میں آ گئے۔ جمعرات کی فائرنگ کے واقعات میں دو افراد ہلاک اور تین افراد زخمی ہو گئے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں جلاؤ گھیراؤ اور توڑ پھوڑ کے واقعات ہوئے جس کے دوران سات گاڑیوں کو نذر آتش کر دیا گیا جبکہ کورنگی نمبر۶ میں اتوار بازار کو آگ لگا دی گئی۔ لانڈھی' کورنگی' ملیر' کھوکھراپار' شاہ فیصل کالونی اور لائنز ایریا میں شدید فائرنگ کی گئی علاوہ ازیں شہر کے دوسرے بہت سے حصوں میں بھی کاروبار زندگی معطل رہا۔ دکانیں اور بازار بند رہے۔ ڈسٹرکٹ ایسٹ میں کرفیو کا سماں رہا۔ پولیس اور رینجرز کے دستے گشت کرتے رہے۔ (۱۳ جون' روزنامہ نوائے وقت)

بے نظیر نے اقتصادی کارکردگی پر سپریم کورٹ سے فیصلہ کرانے کی تجویز پیش کر دی

پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرمین بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت کے بجٹ مکرو فریب ڈس انفارمیشن اور حقائق کے منافی اعداد و شمار پر مبنی ایسی دستاویز ہے جس کا مقصد پاکستان کی معیشت کو قرضوں کے سہارے چلانے اور مراعات یافتہ طبقات کو آسانیاں فراہم کرنا ہے۔ وقت آگیا ہے کہ سرتاج عزیز کی چھٹی کرائی جائے کیونکہ انہوں نے پاکستان کی معیشت اور قوم کے معاشی مستقبل کے ساتھ گھناؤنا کھیل شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ حکومت ریڈ کو احتساب کے ذریعے سیاسی مخالفین کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بنا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت پاکستان جن حالات سے گزر رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ قومی سلامتی اور مفادات کے تحفظ کے لئے اندرونی علاقائی اور عالمی سطح پر منصوبہ بندی کرنے کے لئے ساری سیاسی جماعتوں' فوجی قوتوں اور قومی سلامتی کے اداروں کو اکٹھا کیا جائے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اقتصادی کارکردگی پر سپریم کورٹ سے فیصلہ کرایا جائے۔ (۱۷ جون' روزنامہ نوائے وقت)

طالبان کشمیر کے لئے خطرہ ہیں' بھارت مداخلت کرے
○ ایرانی سفیر

ایران نے خبردار کیا ہے کہ افغانستان میں طالبان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے بھارت اور دیگر ہمسایہ ملکوں کے استحکام پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ بھارت میں ایرانی سفیر علی رضا عطار نے یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر افغانستان میں طالبان نے اعتدال پسندوں پر مکمل فتح حاصل کر لی تو اس کے سب سے زیادہ منفی اثرات بھارت پر مرتب ہوں گے اور جموں و کشمیر میں جاری مسلح تحریک آزادی کو تقویت ملے گی۔ انہوں نے بھارت پر زور دیا کہ اہم علاقائی طاقت ہونے کی حیثیت سے بھارت افغان بحران ختم کرنے کے لئے اپنا فیصلہ کن کردار ادا کرے جس کا اسے حق حاصل ہے۔ ایرانی سفیر نے مطالبہ کیا کہ افغانستان میں بیرونی مداخلت فوری طور پر بند کی جائے۔ (۱۸ جون' روزنامہ نوائے وقت)

نواز حکومت صرف ایک دھرنے میں ختم کر دیں گے
○ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد

جماعت اسلامی پاکستان کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ مشکل اقتصادی صورتحال سے نکلنے کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ ملک کی حالت جماعت اسلامی ہی سدھار سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ بجٹ الفاظ کا ہیر پھیر ہے اور ایک فراڈ کے سوا کچھ نہیں۔ حکومت کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ منی بجٹ نہیں لایا جائے گا۔ بجٹ کا سارا خسارہ غریب اور بے بس عوام سے وصول کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے صرف ۴ ماہ میں لوگوں کو مایوس کیا۔ لوگ پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی تنظیم سازی کے فوراً بعد تحریک کا آغاز کرے گی اور موجودہ حکومت کو صرف ایک دھرنے میں انجام کو پہنچائے گی اور پھر اسلامی انقلاب کا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا۔ (۱۸ جون' روزنامہ پاکستان)

کوٹ ادو میں امریکی طیارے براہ راست اتر سکیں گے

کے پی آئی کے مطابق لال پیر پاور سٹیشن میں امریکی طیارے براہ راست لینڈ کریں گے۔ ایئرپورٹ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ تفصیلات کے مطابق امریکن کمپنی اے ای ایس نے ۱۹۹۵ء میں اپنا نجی بجلی گھر بنانا شروع کیا تھا جو اب تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور اکتوبر میں پیداوار شروع کر دے گا اور اس سے ۷۲۰ میگاواٹ بجلی پیدا ہو گی۔ امریکی انتظامیہ نے ایئرپورٹ کی تعمیر شروع کر دی ہے اور یہاں امریکہ کے چھوٹے طیارے براہ راست اترا کریں گے۔ اس پاور سٹیشن کی پیدا کردہ بجلی پاکستان ۲۵ سال تک خریدنے کا پابند ہو گا اور یہاں کی بجلی عوام کو تقریباً ۵ روپے فی یونٹ ملے گی۔ یاد رہے کہ پاکستان کے کسی پاور سٹیشن میں کوئی ایئرپورٹ نہیں ہے۔ (۱۶ جون' روزنامہ پاکستان)

قوم یکطرفہ احتساب کی اجازت نہیں دے گی صدر لغاری

صدر مملکت فاروق احمد خان لغاری نے کہا ہے کہ احتساب کا عمل سب کے لئے برابر ہونا چاہئے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق تو احتساب کے عمل میں انصاف ہوتا نظر بھی آنا چاہئے۔ (۱۷ جون' روزنامہ نوائے وقت)

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کی تکمیل دستور خلافت مہم کی روداد

تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام تکمیل دستور خلافت کی مہم جاری ہے۔ اس ضمن میں تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے رفقاء کی مساعی کی تفصیلات رفقاء واحباب کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔ تکمیل دستور خلافت مہم کے ابتدائی مرحلے ہی میں ناظم حلقہ لاہور نے لاہور وسطی کے امیر کو دس ہزار پوسٹ کارڈز فراہم کئے۔ مجلس عاملہ اور نقباء کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ہر رفیق اپنے حلقہ احباب اور حلقہ اثر سے ان کارڈز کو پر کروا کر وزیر اعظم کو پوسٹ کرے گا۔ تکمیل دستور خلافت مہم کے حوالے سے لاہور وسطی کا اسرہ ساندہ Pace Maker ثابت ہوا۔ گزشتہ شمارے میں اس اسرہ کی سرگرمیوں کی رپورٹ شائع کی جا چکی ہے۔

تکمیل دستور خلافت مہم کے سلسلے میں اسرہ سول لائنز کے رفقاء نے ایک نیا تجربہ کیا۔ سینئر اور تاسیسی رفیق جناب الطاف حسین صاحب کی دکان واقع میکلوڈ روڈ پر نقیب اسرہ عاطف شفیق اور معاون نقیب ڈاکٹر آفتاب احمد کھوسہ تقریباً روزانہ دو گھنٹے مارکیٹ میں صرف کرتے رہے۔ انہوں نے ذاتی رابطے کے ذریعے دکانداروں سے بات چیت کی اور ان سے پوسٹ کارڈز پر دستخط کروائے اور ٹکٹوں کے لئے رقم بھی حاصل کی۔ لاہور وسطی کے اس اسرہ نے تقریباً ڈھائی ہزار کارڈز پر کروائے اور پوسٹ کئے۔

اسرہ اسلام پورہ کے نقیب محمد نواز سیال جو ایک سماجی کارکن بھی ہیں نے خود بھرپور محنت کر کے تقریباً ایک ہزار پوسٹ کارڈز کی تکمیل کرائی۔ تکمیل دستور خلافت مہم کے دوسرے مرحلے میں لاہور وسطی کے رفقاء کو مزید 6 ہزار کارڈز فراہم کئے گئے۔ لاہور وسطی کے امیر عمران چشتی صاحب کی سرکردگی میں ایک پروگرام نماز جمعہ کے وقت مدینہ مسجد پرانی انارکلی میں ہوا جہاں جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم صاحب خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ انہوں نے نماز جمعہ کے بعد بڑی محبت اور دلسوزی سے پوسٹ کارڈ مہم کا تعارف کرایا۔ نماز کے بعد لوگوں سے 300 پوسٹ کارڈز دستخط شدہ وصول ہوئے۔ لاہور وسطی کے امیر عمران چشتی صاحب کی صدارت میں نقباء کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہر نقیب رفقاء اسرہ سے مشورہ کے بعد اجتماعی پروگرام کے ذریعے کم از کم ہفتے میں ایک مرتبہ مہم پر مبنی پروگرام منعقد کرے گا۔ اسرہ لوہاری کے رفقاء نے انارکلی بازار اور میو ہسپتال میں جا کر لوگوں سے تکمیل دستور خلافت مہم کے لئے تعاون حاصل کیا۔ اسرہ اردو بازار اور اسرہ کچہری کے رفقاء نے اپنے علاقے کی مساجد میں اس کام کی انجام دہی کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ میں تین مختلف اوقات میں عربی کلاسز ہوتی ہے اور وہاں پر اچھا خاصا رش ہوتا ہے۔ پہلے سیشن میں اسرہ کچہری کے نقیب نفیس احمد شیخ نے شرکاء عربی کلاس سے کارڈز پر دستخط کروائے جب کہ دوسرے سیشن میں اسرہ لوہاری اور اسرہ اردو بازار کے رفقاء نے یہ ڈیوٹی انجام دی۔ قرآن انسٹیٹیوٹ کے معلم جناب عطاء الرحمٰن ثاقب نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ کیا۔

تکمیل دستور خلافت مہم کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوا۔ امیر محترم نے رفقاء سے فرمایا کہ وزیر اعظم کو ٹیلی گرام بھی بھجوائی جائیں۔ واضح رہے کہ ایک ٹیلی گرام پر تقریباً 27 روپے خرچ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قومی شناختی کارڈ کا نمبر بھی درج کیا جاتا ہے۔ یہ پوسٹ کارڈز کی نسبت ذرا مشکل مرحلہ ہے۔ لاہور وسطی کی مجلس عاملہ میں طے ہوا کہ پہلے مرحلہ میں ہر رفیق لازماً خود ٹیلی گرام بھیجے۔ رفقاء کو آزادی دے دی گئی کہ وہ اپنی افتادِ طبع کے مطابق اس مہم کو آگے بڑھائیں۔ اسرہ اسلام پورہ کے رفقاء نے احباب سے ٹیلی گرام پر کروا کر ارسال کئے۔ اس حوالے سے مثالی اور رہنما کردار اسرہ سول لائنز کے رفقاء نے ادا کیا۔ معاون نقیب ڈاکٹر آفتاب احمد کھوسہ نے حافظ نسیم احمد کے ساتھ مل کر الریاض کالونی میں گھر گھر جا کر احباب سے ملاقاتیں کیں۔ ٹیلی گرام پر نام پتہ درج کروا کر مطلوبہ رقم کی وصول یابی کے بعد انہیں وزیر اعظم کو ارسال کیا گیا۔

لاہور وسطی کے رفقاء نے اب تک تقریباً پندرہ ہزار کی تعداد میں پوسٹ کارڈز ارسال کئے ہیں جب کہ 110 کی تعداد ٹیلی گرام بھجوائے گئے ہیں جن میں نصف تعداد رفقاء کی ہے اور نصف تعداد احباب پر مشتمل ہے۔ مرزا ایوب بیگ صاحب نے اکبری مارکیٹ لاہور کے صدر سے مل کر انہیں تکمیل دستور خلافت مہم کی اہمیت سے آگاہ کیا چنانچہ اکبری مارکیٹ کے صدر نے تمام تاجروں سے تکمیل دستور خلافت مہم کے لئے پوسٹ کارڈ پر کروا کر ہمارے ساتھ تعاون کیا۔

مرتب : محمد یونس

حلقہ لاہور کی تنظیموں کے ناظمین نشرواشاعت کا اجلاس

حلقہ لاہور میں شامل تنظیم کے ناظمین نشرواشاعت کا ماہانہ اجلاس انگریزی ماہ کے پہلے منگل کو ۱۴ اے مزنگ روڈ پر منعقد ہوتا ہے۔ 3/ جون کا اجتماع جناب فیاض حکیم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں نوید احمد شیخ، وسیم احمد، طارق جاوید، سید فاروق احمد اور صغیر احمد نے شرکت کی۔ تنظیم کی دعوتی سرگرمیوں اور دیگر امور پر مشورہ ہوا۔ حلقہ کے تحت نشرواشاعت کے کام کو زیادہ فعال اور مضبوط بنانے کے لئے کئی فیصلے کئے گئے۔

فیصل آباد اور سانگلہ ہل کے رفقاء کا خصوصی تربیتی و مشاورتی اجتماع

6 جون کو بعد نماز عصر تا نماز عشاء امیر حلقہ کی سربراہی میں خصوصی تربیتی اور مشاورتی اجتماع دفتر حلقہ میں منعقد ہوا۔ پہلی تربیتی نشست میں درس قرآن کا فریضہ پروفیسر خان محمد صاحب نے ادا کیا جب کہ شاہد مجید نے احادیث نبویہ کی روشنی میں اتباع سنت کی اہمیت، الفت ومحبت اور باہمی ناراضگی اور شکر رنجی کی صورت میں پسندیدہ طرز عمل پر اظہار خیال کیا۔ دوسری نشست بعد نماز مغرب منعقد ہوئی۔ اس نشست میں رفقاء کی سست روی کے اسباب اور تربیتی خطبات کے بارے میں مشورے طلب کئے گئے۔ مذاکرہ کے نتیجہ میں جو باتیں سامنے آئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

سست روی کے اسباب میں سب سے بڑا سبب رفقاء کا دعوتی کاموں میں عملی حصہ نہ لینا ہے۔ دوسری وجہ مقرر حضرات کے خطبات میں موعظت کم اور فلسفہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایمان اور یقین کی باتیں نہیں ہوتیں۔ اگر ہم دعوتی کام کرتے وقت تنظیم اسلامی کی قرارداد تاسیس میں بیان کردہ اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھیں تو ان مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اور ان اغراض ومقاصد کے حصول کا ذریعہ صرف اور صرف قرآن مجید، سیرت النبیؐ اور سیرت صحابہ ہے۔ تنظیم اسلامی نظام عدل وقسط کے قیام کے جس انقلابی فکر کی داعی ہے اس کے لئے کارکنوں کی تربیت کا ذریعہ تلاوت آیات قرآنیہ اور اعمال صالحہ ہیں۔ اس کے نتیجے میں ملامت اور ایذا پر صبر ہی سے خام کو کندن بنا سکتا ہے۔ نبی کریم خود صحابہ کرام کی تربیت کان یقراء القرآن ویذکر الناس کے اصول کے تحت ہی فرماتے تھے۔ دلوں کی فتوحات کا بھی یہی ذریعہ تھا۔ قرآن وسنت میں سب کچھ ہے۔ اگر ہم کسی اور ذریعے کی طرف دیکھیں گے تو ہم اپنے دین کے تربیتی نظام میں تنقیص کرنے والے بن جائیں گے۔ ہم قرآن وسنت ہی ایسا جذبہ محرکہ پیدا کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں قیام نظام عدل وقسط کی منزل سر کی جا سکتی ہے۔

تنظیم کی مرکزی قیادت کے فیصلوں پر عملدرآمد کے

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶ شمارہ ۱۸
سالانہ زرتعاون - ۱۲۵/ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد
طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس - ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶ - کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

معاونین برائے ادارت:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

سلسلے میں امیر حلقہ نے واضح کیا کہ اس ضمن میں ہمارا رویہ سمع وطاعت پر مبنی ہونا چاہئے۔ اسی طرز عمل کے ذریعے ہماری اجتماعی جدوجہد نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ کسی بڑے فیصلے سے پہلے تنظیم کی قیادت ہم سے مشورہ طلب کرے تو بے لاگ طریقے سے مشورہ دینا ہمارا فرض بن جاتا ہے چنانچہ جب مرکز کے فیصلہ کے نتیجہ میں ہمیں کچھ کرنے کے لئے کہا جائے تو ہم بلا چون وچرا وہ کام کر گزریں۔ اگر ہماری رائے میں اس سے کوئی اختلاف ہو یا ہم اصلاح تجویز کرنا چاہتے ہوں تو متعلقہ نظم کو زبانی یا تحریری اپنی بات پہنچادیں۔

رپورٹ : محمد رشید عمر

تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کا دو روزہ دعوتی پروگرام

دو روزہ پروگرام کا آغاز 23 مئی کو بعد نماز عشاء ہوا جس میں راقم کے علاوہ تنظیم اسلامی فیصل آباد کے امیر میاں محمد اسلم، حکیم محمد سعید، محمد فاروق، عبدالرؤف، عمران انجم، انوار الحق اور محمد محسن نے شرکت کی۔ بعد نماز فجر جامعہ مسجد اکبر طارق آباد میں راقم نے درس قرآن دیا۔ بعد نماز ظہر جناب محمد فاروق نے دعوتی خطاب کیا۔ بعد ازاں احباب سے خصوصی ملاقات کی گئی۔ بعد از نماز عصر طارق آباد میں حکیم محمد سعید نے خطاب کیا۔ بعد نماز مغرب جناب محمد فاروق "دین اور مذہب" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ہفتہ کے دن بعد نماز فجر ڈاکٹر عبدالرؤف نے درس قرآن دیا۔ بعد نماز فجر غیر فعال رفقاء سے خصوصی ملاقات کی چنانچہ آٹھ رفقاء اختتامی پروگرام میں شامل ہوئے۔ بعد از نماز ظہر تربیتی نشست منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالسمیع نے رفقاء سے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اختتامی پروگرام "مطالبات دین" کے موضوع پر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے خطاب پر مشتمل تھا۔

رپورٹ : ارشد علی، نقیب اسرہ شہر

لاہور وسطی کے عہدے داروں کا تنظیمی اجتماع

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے امیر، ناظم اور نقباء پر مشتمل خصوصی اجتماع تنظیم کے دفتر میں منعقد ہوا۔ ناظم حلقہ جناب فیاض حکیم نے نقباء اسرہ جات اور مقامی امیر سے نظم کی پابندی کے بارے میں بریفنگ حاصل کی۔ ناظم حلقہ نے تنظیم کے دفتر میں ذمہ دار حضرات کی مستقل آمد کی تعریف کی۔ انہوں نے تنظیم کے ذمہ دار حضرات پر زور دیا کہ تنظیم کے رفقاء اپنی نمازوں کا خاص خیال رکھیں اور روزانہ تلاوت قرآن لازماً کیا کریں۔ پڑھے لکھے رفقاء ترجمہ وتفسیر کے مطالعے کے لئے بھی وقت نکالیں۔ ناظم حلقہ نے

کہا کہ دین کی دعوت واشاعت کے لئے ہمیں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو زیادہ بہتر طریقے سے لگانا چاہئے۔ ہماری زندگی داعی اور خادم دین کی طرح گزرنی چاہئے۔ تنظیم اسلامی کا ہر رفیق اس شعر کا مصداق کامل بن جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

☆ ☆ ☆

ایک وضاحت

ندائے خلافت کی گزشتہ اشاعت میں مکالمہ کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے روزنامہ جنگ کا ایک پینل انٹرویو جو ۶ جون کو "جنگ" میں شائع ہوا تھا، شامل تھا۔ اس انٹرویو میں (ندائے خلافت کے ص - ۹ پر) روپڑی خاندان کے بارے میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک جوان لڑکی کے لئے جوان مرد ٹیوٹر کی خدمات فراہم کیں۔ لیکن روپڑی خاندان کی طرف سے یہ وضاحت ہمیں موصول ہوئی ہے کہ مذکورہ ٹیوٹر کی خدمات لڑکی کی تعلیم کے لئے نہیں بلکہ اس کے بھائی کے لئے حاصل کی گئی تھیں۔ ہم روپڑی خاندان کی یہ وضاحت قارئین تک پہنچانا اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور معذرت خواہ ہیں کہ ایک خلاف واقعہ بات ہمارے پرچے میں شائع ہوئی۔ (ادارہ)

بقیہ : تجزیہ

چاہئے۔ یہی چیز ہمارے قومی اور ملکی مفاد میں ہے۔ (اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار میاں صاحب مختلف انداز سے مختلف مواقع پر دبے الفاظ میں کر چکے ہیں) بہرکیف انہیں جرات سے کام لے کر صاف صاف اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہئے تھا۔ یہ انداز ہرگز درست نہیں کہ ایک طرف تو یہ کہا جائے کہ ہمیں مینڈیٹ ہی بھارت سے دوستی اور مذاکرات کے لئے ملا ہے اور اس گجرال کی شخصیت کی نفاست کے گن گائے جائیں جو ڈنکے کی چوٹ کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ کہے اور دوسری طرف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے پاکستان کے اصولی موقف کا رٹا ہوا سبق بھی دہرایا جائے۔ انہیں اپنے ذہن کو واضح کرکے اور یکسو ہو کر کشمیر کے بارے میں اپنی پالیسی مرتب کرنی چاہئے پھر اس پالیسی کے مخالفین کو دلائل کے ساتھ قائل کرکے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے اور اس معاملے میں صرف ملک کے مفاد کو مدنظر رکھا جائے۔

میاں صاحب نے اپنی حکومت کے بعض کارناموں کا ذکر کیا جن میں 58-2-B اور شادی وبیاہ کی رسوم کا خاتمہ شامل ہے۔ بلاشبہ میاں صاحب نے دستور کو جو صدارتی اور پارلیمانی نظام کا ملغوبہ تھا صحیح معنوں میں پارلیمانی بنادیا ہے۔ اس پر خراج تحسین وصول کرنا ان کا حق ہے۔ شادی بیاہ کی رسوم اور اس پر ہونے والے بے تحاشا اخراجات کو ختم کرکے میاں صاحب نے لاکھوں لوگوں کی دعائیں لیں البتہ دعوت ولیمہ جو سنت نبوی ہے، کی بعض پابندیوں کے ساتھ اجازت ہونی چاہئے تھی۔

میاں صاحب کو اقتدار میں آئے کیونکہ ابھی بمشکل چار ہی ماہ ہوئے ہیں لہٰذا انہیں بھرپور وقت اور موقع ملنا چاہئے۔ ان سطور کے رقم کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ جہاں جہاں آغاز ہی میں کجی پیدا ہو گئی ہے اس سمت کو درست کرلیا جائے تاکہ سیدھی اور مضبوط عمارت کی تعمیر ممکن ہوسکے۔

اطلاعات واعلانات

امیر محترم سے ملاقات کے خواہشمند رفقاء توجہ فرمائیں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سے انفرادی ملاقات کے خواہشمند رفقاء نوٹ کرلیں کہ امیر محترم نے 6 اور 7 جولائی دو دن رفقاء سے ملاقات کے لئے مخصوص کئے ہیں۔ رفقاء ملاقات سے قبل امیر تنظیم کے معتمد ذاتی جناب سردار اعوان سے رابطہ کریں۔ فون : 3-5869501

امرائے حلقہ جات اور امرائے تنا ظیم کے لئے خصوصی سہ روزہ تربیت گاہ

حلقہ جات کے لئے اختیار کردہ نئے نظام العمل سے روشناس کرانے کے لئے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں تربیت گاہ کا آغاز 3/ جولائی بروز جمعرات 9 بجے ہوگا۔ یہ تربیت گاہ 5/ جولائی دوپہر تک جاری رہے گی۔

○ ○ ○